کڈز بکس لائبریری
شمارہ نمبر 1
ڈیجیٹل میگزین
سرپرست اعلیٰ
سعید احمد
مدیر اعلیٰ
ممتاز فیروز پوری
راؤ تصور علی
نیا سال مبارک ہو
2026
بچوں کیلئے انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور نئی کہانیاں

کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) ایک تعارف

آپ سب کے ہاتھوں میں اس وقت کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کا پہلا شمارہ ہے۔ یہ ڈیجیٹل میگزین کی طرز پر پاکستان کا پہلا شمارہ ہے جو کہ صرف ڈیجیٹل طرز پر یعنی PDF کی شکل میں شائع ہوا کرے گا اور وہ بھی ہر خاص و عام کے لئے بالکل مفت۔

یہ شمارہ کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین)۔۔۔۔دراصل ہمارے وٹس ایپ گروپ (کڈز بکس لائبریری) کی ڈیجیٹل شکل ہے۔ جب میں نے سعید احمد صاحب (کڈز بکس لائبریری) کے بانی وایڈمن کے سامنے یہ آئیڈیا رکھا کہ کیوں نہ ہم اپنے گروپ کے نام سے ایک ڈیجیٹل میگزین نکالیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ میرا ایک خواب ہے جو کہ شاید کبھی حقیت بن سکے کیونکہ یہ ایک محنت طلب اور ٹیم ورک کام ہوتا ہے۔ کوئی بھی میگزین۔۔۔۔چاہے وہ ہارڈ کاپی کی شکل میں ہو یا PDF کی شکل میں ایک اکیلا بندہ یہ کام نہیں کرسکتا۔

اس کے لئے میں نے حامی بھری اور پھر میں نے ایک مشاورتی کونسل بنائی جس میں وہ بندے شامل کئے گئے جو کہ کام کرنے والے تھے۔ ان کے سامنے یہ آئیڈیا رکھا گیا تو سب نے اس کو پسند کیا اور پھر ہم نے اپنا کام شروع کردیا۔ ہمارے سرپرست اعلیٰ اور میری مشاورتی کونسل نے دن رات کام کیا اور آج الحمدللہ۔۔۔۔آپ کے ہاتھوں میں یہ پہلا شمارہ ہے۔

اب یہ شمارہ ہر اس بندے کے موبائل میں پہنچے گا جو کہ اردو پڑھ سکتا ہے، بول سکتا اور لکھ سکتا ہے۔

ہم نے اپنی محنت آپ لوگوں کے سامنے رکھ دی ہے جو کہ آپ کو یقیناً پسند آئے گی۔

آپ اپنی قیمتی رائے ہمیں ضرور دیں تا کہ ہم اس کی روشنی میں کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کو بہتر سے بہترین کرسکیں۔

دعاگو

سرپرست اعلیٰ، مدیر اعلیٰ ومشاورتی کونسل

کڈز بکس لائبریری

شمارہ نمبر 1 ڈیجیٹل میگزین

بچوں کیلئے انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور نئی کہانیاں

سرپرست اعلیٰ

سعید احمد

راؤ تصور علی

مدیر اعلیٰ

ممتاز فیروز پوری

مشاورتی کونسل

محمد علی (حاجی صاحب)، سمیع اللہ شامی، حماد فاروق، اے کے خان

محمد عثمان علی، نیلم عارف، بینش اشرف قادری، عذرا پروین

خصوصی تعاون

الروحان پرنٹنگ ہاؤس چونیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

6 ہاشم — حمد

8 بابر امین — نعت

9 ادارہ — پیغام قرآن

10 بینش اشرف قادری — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں

11 سعید احمد — سرپرست اعلیٰ کا پیغام

13 ممتاز فیروز پوری — مدیر کی باتیں

15 راؤ تصور علی — انٹرویو

24 عذرا پروین — تم کون تھیں؟

25 تنویر احمد — کڈز بکس لائبریری (نظم)

26 سعید احمد — قربانی

31 بینش اشرف قادری — معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

35 محمد اسماعیل — بیرسٹر جناح کا انوکھا اصول

39
ادارہ
راستہ تلاش کریں
40
ادارہ
ملا نصیر الدین
41
اے کے خان
غائب ٹرافیوں کا راز
85
تنویر احمد
دھوئیں کا محل
101
ادارہ
فرق تلاش کریں
102
بینش اشرف قادری
قائداعظم محمد علی جناح
105
ممتاز فیروز پوری
شہزادی صوفیہ اور پراسرار جنگل
131
سعید احمد
جادو کی انگوٹھی
142
محمد عثمان علی
سرگوشی
177
ممتاز فیروز پوری
آلو میاں (نظم)
178
سمیع اللہ شامی
طلسمی آئینہ
194
ادارہ
عنوان دیں
196
سعید احمد
ذہانت آزمایئے
197
ادارہ
گلدستہ

حمد

تیری عظمت کا گواہ سارا جہاں دیکھا ہے
اے خدا تجھ سا کوئی دوجا کہاں دیکھا ہے

تیری رحمت کا احاطہ نہیں ممکن مجھ سے
جب برستی ہے تو حیران جہاں دیکھا ہے

تیری قدرت ہے عیاں ان گل و گلزاروں میں
تیری ہستی کو سدا کون و مکان دیکھا ہے

ایسی تخلیق ہیں تیری کہ عقل حیراں ہے
کن فیکون کو منظر تو یہاں دیکھا ہے

مسکراتے ہوئے جھرنے یہ چمکتے دریا
جس مصور کوئی تجھ جیسا کہاں دیکھا ہے

جب تصور کروں میں تجھ کو سبھی سمتوں میں
میں نے پایا ہے وہاں تجھ کو جہاں دیکھا ہے

ہے گنہگار یہ ہاشم مگر اس آس پہ خوش
تیری رحمت کا سمندر جو رواں دیکھا ہے

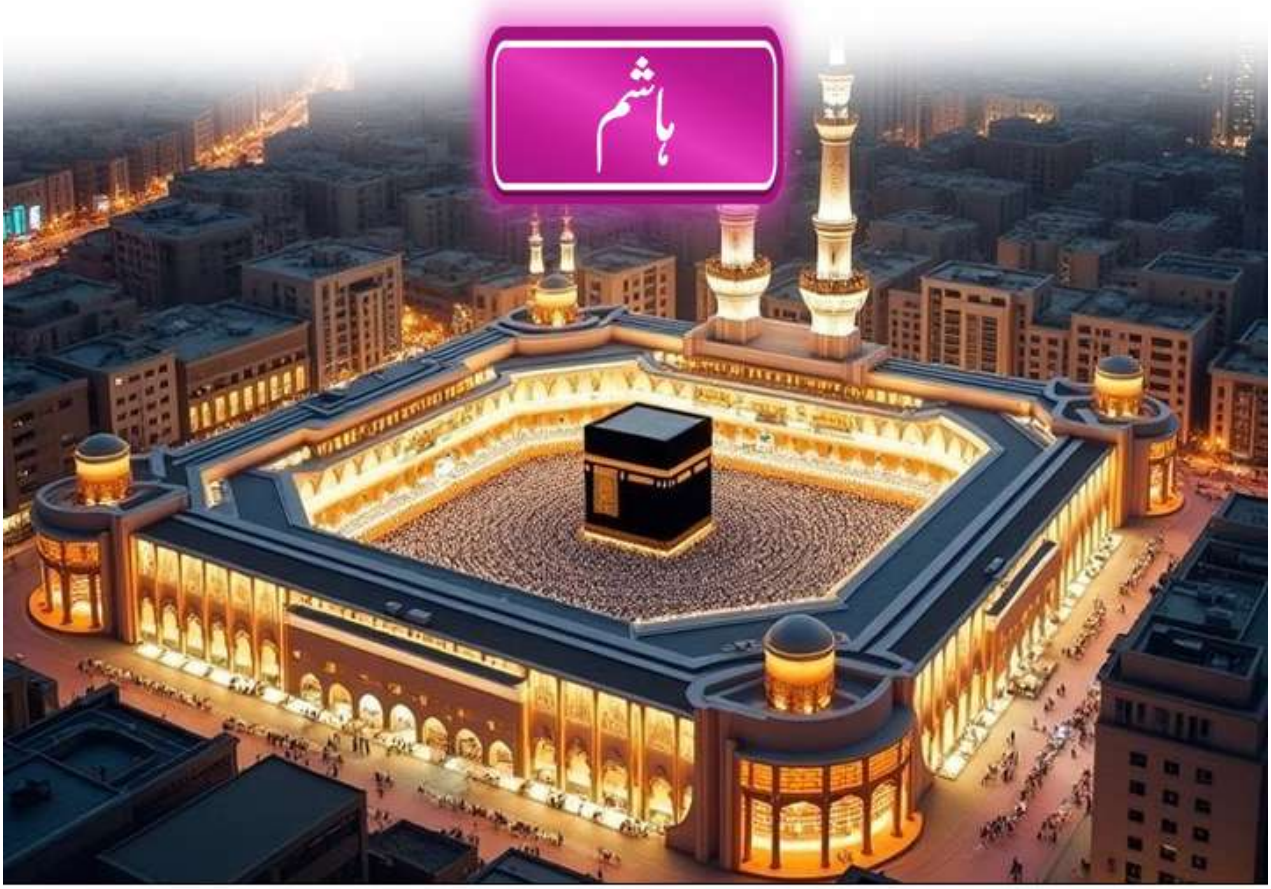

نعت

وہی ہے معتبر دنیا میں سب سے
محبت جس کو ہے محبوب رب سے

اجالے کیوں نہ ہوں میرا مقدر
ہے نسبت مجھ کو بھی ماہ عرب سے

میں کیوں نہ گُن انہی کے گاؤں ہر دم
مرا سب کچھ ہے ان کے ہی سبب سے

کرم کی اک تجلی ہو ادھر بھی
کہ گزرے زیست میری اچھے ڈھب سے

دیے رشد و ہدایت کے ہیں روشن
عطائے طلعت اُمی کے لقب سے

طبیعت میں ہے سرشاری اے بابر
خیالوں میں بسایا ان کو جب سے

بابر امین

پیغامِ قرآن

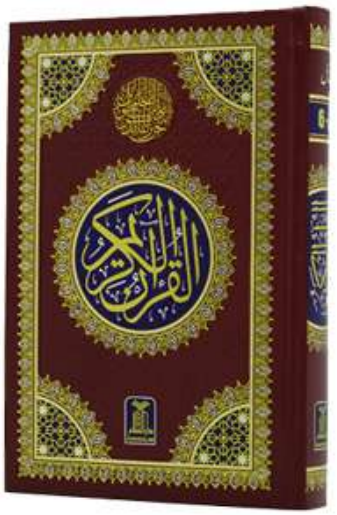

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

سورۃ الضحیٰ (93:11)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

سفید بالوں کو نہ اکھیڑا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن نور کا سبب ہوں گے۔ جو شخص حالت اسلام میں بوڑھا ہوتا ہے یعنی جب کسی مسلمان کا ایک بال سفید ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کیلئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

بینش اشرف قادری

سرپرست اعلیٰ کا پیغام

سعید احمد

السَّلاَمُ عَلَیْکُمْ

کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) آپ سب کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ڈیجیٹل میگزین آپ تک پہنچانے میں بہت سارے دوستوں، ساتھیوں اور گروپ ممبران کا ہاتھ ہے۔

لیکن سب سے زیادہ جن کی محنت ہے وہ جناب محترم راؤ تصور علی صاحب (سرپرست اعلیٰ) کڈز بکس لائبریری ڈیجیٹل میگزین اور جناب محترم ممتاز فیروز پوری صاحب (مدیر اعلیٰ) کڈز بکس لائبریری ڈیجیٹل میگزین اور مشاورتی ٹیم (کڈز بکس لائبریری ڈیجیٹل میگزین) کا بہت بڑا ساتھ ہے۔

کچھ عرصہ پہلے تک ہم سب نے اس رسالے کو ہارڈ کاپی میں لانے کا سوچا تھا لیکن اس پر فنڈز کا مسئلہ آ رہا تھا تو ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم یہ رسالہ پی ڈی ایف میں نکالا کریں گے۔ جو سب خاص و عام کے لیے بالکل مفت دستیاب ہوگا۔

اس رسالے میں ملک کے نامور رائٹرز کی تحاریر بھی شامل ہوں گی۔
ملک کے نامور رائٹرز کے ساتھ ساتھ ہمارے وٹس ایپ گروپ (کڈز بکس لائبریری) کے ابھرتے ہوئے لکھاری اور گروپ کے معزز ممبران کا بھی انٹرویو شامل اشاعت کریں گے۔

میں تہہ دل سے ان تمام ممبران اور لکھاریوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس رسالے کو رونق بخشی ہے۔ یہ ہماری پہلی کوشش ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ سب کے تعاون سے ہم اس کو خوبصورت اور بہتر سے بہترین سے بنائیں گے۔

آخر میں تمام قارئین سے التماس ہے کہ وہ رسالے کو پڑھیں اور اپنی آرا سے ہمیں مطلع ضرور کریں۔ ہم آپ سب کی تجاویز، آراء اور میسج کو آئندہ شمارے میں شائع کریں گے۔

آپ سب کا بہت شکریہ

سعید احمد

سرپرست اعلیٰ کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین)

بانی و ایڈمن کڈز بکس لائبریری (وٹس ایپ گروپ)

مدیر کی باتیں

ممتاز فیروز پوری

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس ڈیجیٹل میگزین کو اپنے سامنے دیکھنا کم از کم میرے لئے بہت خوشی کی بات ہے۔ یہ خوشی ایسی ہے کہ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

جب میں نے پہلی دفعہ کڈز بکس لائبریری (وٹس ایپ گروپ) میں اس کا اعلان کیا تو بہت سارے ممبران ایسے تھے جنہوں نے بہت زبردست مخالفت کی۔میرے حوصلے کو توڑا۔ مجھے ہر ممکن گرانے کی کوشش کی۔ایسے ایسے جملے کسے کہ میں دل برداشتہ ہو گیا مگر میری ٹیم نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا، "سر۔۔۔۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

بس پھر میں نے ٹھان لی کہ ان سب کو جواب دینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کو شائع کیا جائے۔آج اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور اس کی عطا کی ہوئی ہمت کی وجہ سے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔میں اپنی پوری ٹیم کو بھی مبارکباد دینا چاہوں گا کہ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے مجھے کام کا حوصلہ دیا۔

کڈز بکس لائبریری

ڈیجیٹل میگزین

آپ سب لوگ اس ڈیجیٹل میگزین کو پڑھیں اور اس پر تبصرہ کریں۔ مجھ سے یا میری ٹیم سے سوالات کریں۔ ہم آپ کے تبصرے، سوالات اور تنقید کو اپنے اگلے شمارے میں جگہ دیں گے۔

تب تک کیلئے اللہ حافظ۔۔۔۔

انٹرویو

راؤ تصور علی بابو

راؤ تصور علی بابو کتابوں کی دنیا میں ایک جانا پہچانا نام ہے۔ یہ ادب سے بہت لگاؤ رکھتے ہیں۔ ان کی اپنی ایک بک شاپ اور لائبریری بھی ہے جس کا نام بابو کتاب گھر اینڈ المدینہ لائبریری ہے۔

یہ ہمارے اس کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کے سرپرست اعلیٰ بھی ہیں۔ ان کا کسی بھی پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا یا سوشل میڈیا پر کوئی انٹرویو شائع نہیں ہوا۔ یہ ان کا پہلا باضابطہ انٹرویو ہے جس کے لئے کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کی ساری ٹیم ان کا شکر گزار ہے۔ آپ بھی اپنے جانے پہچانے دوست، معزز ممبر اور کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کے سرپرست اعلیٰ کی زندگی کے متعلق پڑھیں اور ہمیں بتائیں کہ آپ کو یہ انٹرویو کیسا لگا۔

ادارہ۔۔۔۔ السلام علیکم

راؤ صاحب۔۔ وعلیکم السلام

ادارہ۔۔۔۔آپ کا مکمل نام کیا ہے؟

راؤ صاحب۔۔میرا مکمل نام راؤ تصور علی بابو ہے۔

ادارہ۔۔۔۔آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟

راؤ صاحب۔۔میری تاریخ پیدائش 02 اپریل 1977 ہے۔

ادارہ۔۔۔۔پیدائش کا شہر اور ضلع کونسا ہے؟

راؤ صاحب۔۔تحصیل دنیا پور، ضلع لودھراں ہے۔

ادارہ۔۔۔۔آپ کا قلمی نام کیا ہے؟

راؤ صاحب۔۔میرا قلمی نام راؤ تصور علی بابو ہے۔بعض دوست احباب بابو راؤ کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

ادارہ۔۔۔۔تعلیم کتنی حاصل کی؟

راؤ صاحب۔۔میں ایم اے ایجوکیشن ہوں۔

ادارہ۔۔۔۔پڑھنے میں کیسے تھے؟

راؤ صاحب۔۔پڑھنے لکھنے کا شوق پیدائشی ہے۔پڑھنے کا بہت شوق تھا مگر گھریلو سپورٹ بالکل نہیں تھی۔والد صاحب زمیندار تھے اور اماں ایک گھریلو خاتون تھی۔

ادارہ۔۔۔۔دوران تعلیم کبھی پوزیشن حاصل کی؟

راؤصاحب۔۔پوزیشن وغیرہ پر کبھی غور نہیں کیا ویسے 80% سے 85% نمبر لیتا رہا ہوں۔بغیر کسی ٹیوشن اور سپورٹ کے۔

ادارہ۔۔۔۔بہن بھائیوں کی تعداد کتنی ہے؟

راؤصاحب۔۔چار بھائی اور ایک بہن۔

ادارہ۔۔۔۔آپ کا نمبر کون سا ہے؟

راؤصاحب۔۔بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہوں۔

ادارہ۔۔۔۔بچپن میں شراتی تھے یا سنجیدہ؟

راؤصاحب۔۔بہت شراتی تھا۔شرارتوں کی وجہ سے والد صاحب سے مار بھی پڑتی تھی۔

ادارہ۔۔۔۔کون سی عادت اچھی لگتی ہے؟

راؤصاحب۔۔کتابیں پڑھنا اچھا لگتا ہے۔

ادارہ۔۔۔۔کون سی عادت بری لگتی ہے؟

راؤصاحب۔۔جی کوئی بھی نہیں۔

ادارہ۔۔۔۔کون سی عادت سے چھٹکارہ چاہتے ہیں؟

راؤصاحب۔۔کوئی نہیں۔

ادارہ۔۔۔۔آپ کا ستارہ کون سا ہے؟

راؤصاحب۔۔ستارہ حمل ہے۔

ادارہ۔۔۔۔پہلی جاب کون سی اور کیسی تھی؟

راؤصاحب۔۔نوکری نہیں کی پہلے والد صاحب کے ساتھ زمیندارہی میں ہاتھ بٹاتا

تھا۔استاد بننے کا ارادہ تھا۔مگر کاروبار میں آ گیا۔اب الحمدللہ۔۔۔

ذاتی کاروبار ہے۔

ادارہ۔۔۔شادی شدہ ہیں یا کنوارے؟

راؤصاحب۔۔جی الحمدللہ شادی شدہ ہوں۔

ادارہ۔۔۔بیگم کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟

راؤصاحب۔۔دوستانہ۔۔۔بیوی کم اور دوست زیادہ ہے۔

ادارہ۔۔۔محبت کی شادی ہے یا گھر والوں کی پسند سے؟

راؤصاحب۔۔جی گھر والوں کی پسند سے کی۔

ادارہ۔۔۔آپ کے کتنے بچے ہیں؟

راؤصاحب۔۔الحمدللہ۔۔۔۔اللہ ربّ العزت کے عطا کردہ چار بچے ہیں۔

دو بیٹیاں اور دو بیٹے۔

ادارہ۔۔۔بچوں کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟

راؤصاحب۔۔دوستانہ۔۔۔ایک حلیم باپ اور دوست۔

ادارہ۔۔۔پسندیدہ ترین مشغلہ؟

راؤصاحب۔۔جی پہلا مشغلہ کتاب بینی ہے اور بعد میں مارشل آرٹ اور کرکٹ۔

کرکٹ اور کتاب بینی بچپن سے جبکہ مارشل آرٹ 1990 سے

تاحال جاری ہے۔

ادارہ۔۔۔کتابیں کس قسم کی پسند ہیں؟

راؤصاحب۔۔اس معاملے میں میرا ذوق مختلف ہے۔میں ہر طرح کی کتاب پڑھ لیتا

ہوں۔خواہ کوئی بھی ہو۔میں پہلے مصنف اور موضوع دونوں کو دماغ میں مکمل رکھ کر پڑھتا ہوں تو بڑا مزا آتا ہے۔

ادارہ۔۔۔۔بچوں کی کہانیاں کب سے پڑھنا شروع کی؟

راؤصاحب۔۔جی بڑا لمبا سفر ہے۔پہلی کہانی 1984 میں روزنامہ نوائے وقت میں بچوں کا اخبار آتا تھا" پھول اور کلیاں" میں پڑھی تھی۔اس کے بعد ایسا پڑھنے کا نشہ لگا کہ آج تک پڑھ رہا ہوں۔بغیر پڑھے نیند نہیں آتی۔

ادارہ۔۔۔۔سب سے پہلی کہانی کون سی پڑھی؟

راؤصاحب۔۔غالباً کسی اخبار میں پڑھی تھی "شرارت کا انجام"

ادارہ۔۔۔۔سب سے پسندیدہ مصنف (کوئی ایک)؟

راؤصاحب۔۔میرے نزدیک تمام مصنفین جن کو میں نے پڑھا اور ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔وہ سب ایک طرح سے میرے استاد ہیں۔وہ سب کے سب میرے پسندیدہ ہیں۔کسی بھی مصنف کی آپکے پاس دو درجن کتابیں جمع ہو جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ آپ کے پسندیدہ ہیں۔کسی فرد واحد کا نام لکھنا باقی کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

ادارہ۔۔۔۔موجودہ دور میں پسندیدہ مصنف؟

راؤصاحب۔۔موجودہ دور میں بھی بہترین مصنف موجود ہیں۔جیسے عاطر شاہین، سید علی حسن گیلانی، امجد جاوید، طاہر جاوید مغل اور بہت سے ہیں لسٹ طویل ہو جائے گی۔

ادارہ۔۔۔کوئی ایک واقعہ جس نے آپ کی زندگی کو بدل دیا ہو؟

راؤ صاحب۔۔سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ نے میری زندگی کو مکمل طور پر بدل دیا ہے۔

ادارہ۔۔۔کڈز لائبریری (وٹس ایپ گروپ) میں کیسے شامل ہوئے؟

راؤ صاحب۔۔جی مجھے یاد نہیں۔غالباً کسی دوست نے شامل کر دیا تھا۔اللہ پاک اس کو اجر دے کہ اس نے مجھے اتنے اچھے گروپ سے متعارف کروایا۔

ادارہ۔۔۔بچوں کی کہانیوں کے حوالے سے کوئی مشورہ؟

راؤ صاحب۔۔بچوں کا ادب زندہ رہنا چاہیئے اور وہ اسی شکل میں رہ سکتا ہے کہ نئی سے نئی کہانیاں لکھی جائیں۔خواہ وہ کتابی شکل میں ہوں یا پی ڈی ایف میں شائع ہو۔

ادارہ۔۔۔ایسی کہانی جو آپ کو زیادہ پسند ہو؟ جس کو پڑھ کر آپ کو بھی لکھنے کا شوق پیدا ہوا ہو؟

راؤ صاحب۔۔ایسی بہت سی کہانیاں ہیں مثلاً ہیرا من طوطا، چور بادشاہ، عمرو کی موت، ٹارزن کی شادی وغیرہ جن کو پڑھ کر لگا کہ میں بھی کوئی کہانی لکھوں مگر مصروفیت کی وجہ سے آج تک نہ لکھ سکا۔

ادارہ۔۔۔آپ کا موڈ زیادہ تر کیسا ہوتا ہے؟

راؤ صاحب۔۔شاپ پر کاروباری دوستانہ۔گھر میں دوستانہ۔لڑائی بھڑائی کا کام صرف کرائے کلب میں ہی کرتا ہوں۔

ادارہ۔۔۔زندگی میں پڑھی گئی بہترین کتاب؟

راؤ صاحب۔۔صرف اور صرف قرآن مجید بمعہ ترجمہ

ادارہ۔۔۔کھانا کس قسم کا پسند ہے؟

راؤ صاحب۔۔گھر میں پکا ہو ہر قسم کا کھانا کھا لیتا ہوں۔ پودینے کی چٹنی زیادہ پسند ہے۔

ادارہ۔۔۔کونسا مشروب پینا پسند نہیں کرتے اور کیوں؟

راؤ صاحب۔۔بازاری مشروبات بالکل پسند نہیں۔

ادارہ۔۔۔پسندیدہ ترین مشروب؟

راؤ صاحب۔۔لیموں پانی

ادارہ۔۔۔فاسٹ فوڈ یا دیسی کھانا؟

راؤ صاحب۔۔دیسی کھانا جو گھر میں بنایا گیا ہو۔

ادارہ۔۔۔فاسٹ فوڈ میں کیا پسند ہے؟

راؤ صاحب۔۔فاسٹ فوڈ پسند نہیں کرتا۔

ادارہ۔۔۔پسندیدہ ریستوران یا ہوٹل؟

راؤ صاحب۔۔کوئی نہیں۔

ادارہ۔۔۔زندگی کا یادگار واقعہ کون سا ہے؟

راؤ صاحب۔۔شادی کا ہو جانا ہی یادگار واقعہ ہے۔(یہ کہہ کر راؤ صاحب مسکرانے لگے)

ادارہ۔۔۔کوئی شخصیت جو آج بھی یاد کرتے ہیں اور کیوں؟

راؤ صاحب۔۔والد صاحب جن کی وفات کو 17 سال ہو گئے ہیں۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ بہترین دوست بن گئے تھے۔

ادارہ۔۔۔کس شخصیت سے ملنے کی خواہش ہے؟

راؤصاحب۔۔ 804

ادارہ۔۔۔میوزک کون سا پسند ہے؟

راؤصاحب۔۔پرانا کلاسیکی میوزک غزلیں پسند کرتا ہوں۔

ادارہ۔۔۔یادگار سفر کون سا ہے؟

راؤصاحب۔۔معزرت کے ساتھ واقعہ لمبا ہو جائے گا۔پھر کسی وقت رکھ لیں۔

ادارہ۔۔۔اب تک کا بہترین تحفہ کس سے ملا؟

راؤصاحب۔۔جی صحیح پوچھو تو شریک حیات سے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نوازش سے پہلے بچے کو جنم دیا۔اولاد سے بہتر تحفہ کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا۔

ادارہ۔۔۔آنے والی زندگی میں کوئی خواہش جو چاہتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت پوری کردیں؟

راؤصاحب۔۔جی صرف ایک کہ وہ اپنے گھر کی زیارت کروادیں۔

ادارہ۔۔۔دوستوں کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟

راؤصاحب۔۔جی سب کے ساتھ اچھا ہے۔ناراضگی کسی سے نہیں۔

ادارہ۔۔۔سب سے بہترین دوست (صرف ایک)؟

راؤصاحب۔۔اللہ ربّ العزت کی ذات ہے۔

ادارہ۔۔۔ادب کے حوالے سے بچوں کے ادب کو مستقبل میں کیسا دیکھتے ہیں؟

راؤصاحب۔۔بہت اچھا دیکھتا ہوں۔ہمارے بہت سے دوست اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم دے۔(آمین)

ادارہ۔۔۔کوئی پیغام جو آپ قارئین کو دینا چاہیں؟

راؤ صاحب۔۔میرا تمام دوستوں کو یہ پیغام ہے کہ زندگی مختصر ہے۔اسے ہم یوں آپس میں اختلافات کی نظر نہ کریں۔صبر اور برداشت کا مظاہرہ کریں۔مل جل کر رہیں۔

آخر میں جناب سعید احمد صاحب (سرپرست اعلیٰ کڈز بکس لائبریری ڈیجیٹل میگزین) اور ممتاز احمد فیروز پوری صاحب (مدیر اعلیٰ کڈز بکس لائبریری ڈیجیٹل میگزین) اور تمام دوست احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کی تکمیل میں اپنی معاونت کی۔

انتخاب
عذرا پروین

تم کون تھیں؟

پاؤں کی جوتی سمجھی جاتی تھیں
بوجھ کہلاتی تھیں
ذلت کا باعث تھیں
زندہ دفن کردی جاتی تھیں

آج تم کون ہو؟

سر کا تاج ہو
ذمہ داری ہو
عزت کی نشانی ہو
محبت کی پہچان ہو
جنت کی سردار ہو

اسلام نے تمھاری پہچان بدلی

ماں ہو تو جنت
بیٹی ہو تو رحمت
بہن ہو تو عزت
بیوی ہو تو محبت

یہ مقام کس نے دیا؟

تمھارے رب العزت نے

عزت کس نے دلائی؟

تمھارے نبی محمد ﷺ نے

تم کو کیا حکم دیا ہے؟

پردے میں رہو
اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھو
کیونکہ تم قیمتی ہو
تم اپنے رب کی رحمت ہو
تم اسلام کی بیٹی ہو
تم فاطمہؓ کی کنیز ہو

تمھارے ہر کام پر اجر ہے

بچے کو دودھ پلانے پر اجر
گھر والوں کو کھانا کھلاؤ تو اجر
شوہر کی فرمابرداری کرو تو اجر
رات کو جاگ کر خدمت کرو تو اجر
سب کو سحری کھلاؤ تو اجر
بھائی کی عزت کرو تو اجر
باپ کا فخر بڑھاؤ تو اجر

تو بتاؤ! اسلام نے تمھیں کیا نہیں دیا؟

یہ عظیم مقام تمھیں اسلام نے ہی تو دیا ہے
تو پھر بھی تم غیروں کی محبت میں پڑ کر اسلام
سے دور کیوں ہوتی ہو۔

ہوش میں آؤ

اپنے وقار کو اتنا بلند کرلو کہ کوئی
ناپاک ہاتھ تم کو چھونے کی جرات نہ کرے

کڈز بکس لائبریری

کتابوں کا ہے پیارا جہاں
علم کی خوشبو، خوشیوں کی شان
ہر اک صفحہ ہے نور کا دیا
روشن کرے بچوں کا جہاں

کہانی، نظم، رسائل سب پیارے
سچائی کے ہیں سب اشارے
جو پڑھتا ہے، وہ آگے بڑھتا ہے
قدروں کا چراغ دل میں جلتا ہے

تنویر احمد ایم-اے

کڈز بکس لائبریری ہمارا فخر
علم کا ہے یہ روشن سفر
آؤ بچو! سب مل کر پڑھیں
علم کی دنیا میں آگے بڑھیں

قربانی

سعید احمد

کسی گھنے اور خوبصورت جنگل میں طرح طرح کے پرندے رہتے تھے۔ یہ جنگل کافی ہرا بھرا تھا اور اس میں قسم قسم کے پھل اور میوے موجود تھے۔ یہ جنگل بہت پر امن تھا اور تمام پرندے بڑے پیار و محبت سے رہتے تھے۔ جن کی چہچہاہٹ سے ہر سو رونق رہتی تھی۔ ان پرندوں میں سب سے طاقتور اور ذہین ان کا بادشاہ عقاب بھی رہتا تھا۔ عقاب اپنی دانش مندی اور جرات کیلئے پورے جنگل میں مشہور تھا۔

وہ عقاب کسی پرندے کو کسی پر ظلم نہیں کرنے دیتا تھا۔ کچھ عرصے سے اس جنگل پر ایک خوفناک سایہ منڈلا رہا تھا۔ پرندوں کے گھونسلوں میں سے ان کے ننھے بچے پراسرار طور پر غائب ہورہے تھے۔ یہ ایک ایسا راز تھا جسے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ آخر یہ خوفناک کام کون کر رہا ہے۔ ہر طرف پریشانی کا عالم تھا۔ پرندوں نے کئی بار خود سے پتا لگانے کی کوشش کی مگر ہر بار ناکام رہے۔

ایک دن۔۔۔۔ تمام پریشان حال پرندے اپنے بادشاہ عقاب کے پاس اپنی شکایت لے کر آئے۔ سب پرندوں نے عاجزی سے التجا کی اور کہا، "بادشاہ سلامت! ہمیں اس قاتل کا بالکل بھی نہیں پتہ چل رہا کہ وہ کون ہے۔ جو ہمارے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ براہ کرم ۔۔۔۔آپ ہی کوئی طریقہ نکالیں اور ہمارے معصوموں کی جان بچائیں اور اس قاتل کو بھی کیفر کردار تک پہنچائیں۔"

عقاب نے سب پرندوں کی فریاد سنی اور ان کے لہجے میں دکھ اور خوف کو بھی محسوس کیا۔ وہ بھی پریشان ہوگیا۔ اس نے سب پرندوں کو تسلی دی اور وعدہ کیا ۔عقاب نے کہا،" آپ سب بے فکر ہوجائیں۔ میں جلد ہی آپ کے بچوں کے قاتل کو ڈھونڈ نکالوں گا اور اسے اس کے کیئے کی سزا بھی ملے گی۔ "

عقاب کافی دیر تک سوچتا رہا کہ اس مصیبت سے اپنے جنگل کے پرندوں کو کس طرح سے نجات دلائی جائے۔اس نے سوچا کہ اس قاتل کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی قربانی دے۔ یہ سوچ کر اس کے دل پر جیسے بوجھ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مگر جنگل کے جانوروں کی حفاظت اس کی پہلی ترجیح تھی۔

عقاب نے اپنے دو ننھے بچوں کو گھونسلے میں پیار سے رکھا۔ پھر وہ گھونسلے کے قریب ہی ایک گھنے درخت کے پتوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ نہایت خاموشی سے ہر طرف نظر رکھے ہوئے تھا۔ اسے اچھی طرح سے معلوم تھا کہ قاتل اس کے بچوں کو کھانے ضرور آئے گا۔

کافی دیر انتظار کے بعد۔۔۔۔ اچانک جھاڑیوں میں سے ایک خوفناک لگڑ بگا نمودار ہوا۔ عقاب کو یقین ہوگیا کہ یہی پرندوں کے بچوں کا قاتل ہے۔ جب سب پرندے اپنی اپنی خوراک کی تلاش میں اپنے گھونسلوں سے اڑتے ہیں تو یہ لگڑ بگا ان کے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ ابھی وہ اسی نیت سے آیا تھا۔ اس نے عقاب کے گھونسلے میں دیکھا تو اس کو عقاب کے بچے نظر آئے۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کہیں عقاب تو موجود نہیں مگر اس کو عقاب نظر نہ آیا۔ اس نے فوراً عقاب کا ایک بچہ اٹھایا اور پھر تیزی سے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔

یہ منظر دیکھتے ہی عقاب کو قاتل کا پتہ چل گیا کہ یہ لگڑ بگا ہی پرندوں کے بچوں کا قاتل ہے اور ان کو کھا جاتا ہے۔ عقاب کی غصے کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ بجلی کی تیزی سے درخت سے اڑا اور پوری طاقت سے اس لگڑ بگڑ پر حملہ کر دیا۔ لگڑ بگا خوفزدہ ہوگیا اور اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر عقاب کی پکڑ بہت مضبوط تھی۔ عقاب نے اپنے تیز دھار پنجوں اور نوکیلی چونچ سے لگڑ بگڑ پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ لگڑ بگڑ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا رہا مگر وہ عقاب کی طاقت اور پھرتی کا مقابلہ نہ کرسکا۔ عقاب نے حملے کرکر کے اس لگڑ بگڑ کو وہیں پر ہلاک کر دیا۔ جنگل کے پرندوں نے جب عقاب کی آواز سنی تو وہ اڑتے ہوئے

ادھر آئے۔ انھوں نے دیکھا کہ عقاب نے کس طرح سے اپنے بچوں کی قربانی دے کر اس قاتل لگڑ بگڑ کو ہلاک کر دیا ہے۔تمام پرندے اپنے بچوں کے انتقام کے لئے بہت خوش تھے اور عقاب کی شجاعت اور بہادری پر داد دی۔

یوں عقاب کی شجاعت ،بہادری اور قربانی سے جنگل ایک بار پھر سے امن و سکون کا گہوارہ بن گیا۔ پرندوں کے بچوں کی جانیں بھی محفوظ ہوگئیں۔

عقاب کی قربانی نے یہ ثابت کیا کہ ایک سچا بادشاہ اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے اپنی سب سے پیاری چیز کو بھی قربان کرسکتا ہے۔ لگڑ بگڑ کی سفاک حرکتوں سے سبق ملتا ہے کہ ظلم دیرپا نہیں رہتا اور ایک نہ ایک دن ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملتی ہے۔

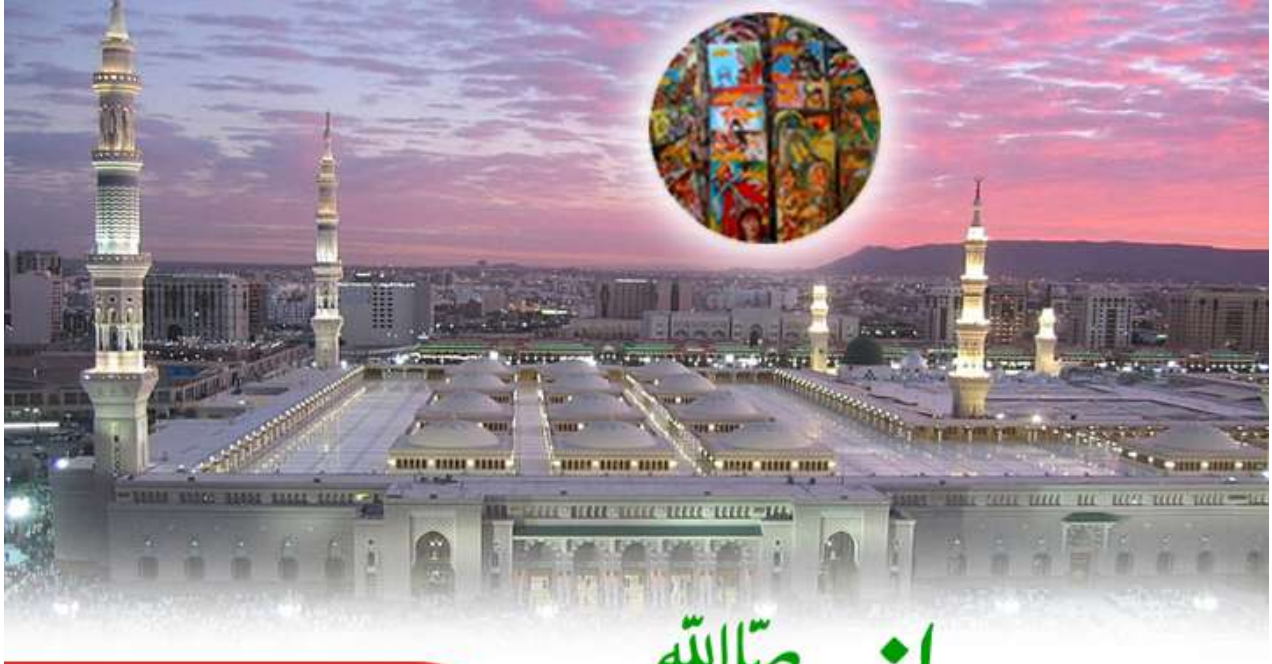

معراج النبی ﷺ

بینش اشرف قادری

معراج کا ذکر قرآن مجید میں بنیادی طور پر سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں "اسراء" کے واقعے کے طور پر ملتا ہے۔ جس میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کے رات کے سفر کا تذکرہ ہے، جبکہ معراج کے آسمانی سفر کا ذکر سورہ النجم میں ملتا ہے۔

شب معراج

مکہ میں جب کفار اور مشرکین نے ظلم وستم کا بازار گرم کر دیا اور مسلمانوں کو تکلیفیں دینے سے نہ رکے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو ایک ایسا تحفہ دیا جو اس سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہ ملا آپؐ حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف فرما تھے یہ رجب کی 27 ویں تاریخ تھی۔

آپؐ آرام فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرشتوں سے ساتھ بھیجا کہ میرے محبوب کو مجھ سے ملاقات کے لیے لے کے آؤ۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لائے تو آپؐ سو رہے تھے۔اب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آرام میں مخل نہ ہونا چاہا اور آقا ﷺ کے پاوں مبارک کو چوما۔

اس موقع پر امام احمد رضا بریلویؒ لکھتے ہیں:

تاج روح القدس علیہ السلام کے موتی جنہیں سجدہ کریں
یہ معراج جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی تھی

پہلا مرحلہ: (شق صدر)

حضرت ام ہانیؓ کے گھر سے آپ ﷺ کو مسجد الحرام لے جایا گیا وہاں آپ کا شق صدر (سینے کا کاٹ کر دھونا) ہوا اور قلب اطہر کو آب زم زم سے دھو کر ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا۔

دوسرا مرحلہ (براق سواری)

اس کے بعد براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لے گئے جہاں تمام انبیاء علیہ السلام کی امامت فرمائی۔

راستے میں آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی تربت میں نماز

پڑھتے ملاحظہ فرمایا۔

تیسرا مرحلہ (آسمانوں کی سیر)

بیت المقدس سے آپ ﷺ نے آسمانوں کی طرف سفر شروع کیا اور مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں کیں۔ جیسے کہ

پہلے آسمان پر	حضرت آدم علیہ السلام
دوسرے آسمان پر	حضرت یحییٰ علیہ السلام
تیسرے آسمان پر	حضرت یوسف علیہ السلام
چوتھے آسمان پر	حضرت ادریس علیہ السلام
پانچوں آسمان پر	حضرت ہارون علیہ السلام
چھٹے آسمان پر	حضرت موسیٰ علیہ السلام
ساتویں آسمان پر	حضرت ابراہیم علیہ السلام

ہر نبی نے اپنے مقام پر آپ ﷺ کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ یہ ملاقاتیں حضور ﷺ کے سفر معراج کے دوران ہوئیں جہاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کرام سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

اس میں جب آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معذوری ظاہر کی تو آپ ﷺ خود تشریف لے گئے۔

پھر آپ کو پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا گیا جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انھوں نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ نمازیں کم کرالیں۔ یوں کم ہوتے ہوتے پانچ نمازیں رہ گئیں جن کا ثواب پچاس نمازوں کا ہے۔

پھر آپ ﷺ کو جنت اور دوزخ دیکھائی گئی۔

جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو لوگوں کو بتایا تو کفار نے مذاق اڑایا اور باتیں کیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بغیر تصدیق کے اقرار فرمایا تو آپ کو صدیق کا لقب ملا۔

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً تین سال قبل یعنی دسویں سال بعثت کو پیش آیا تھا۔

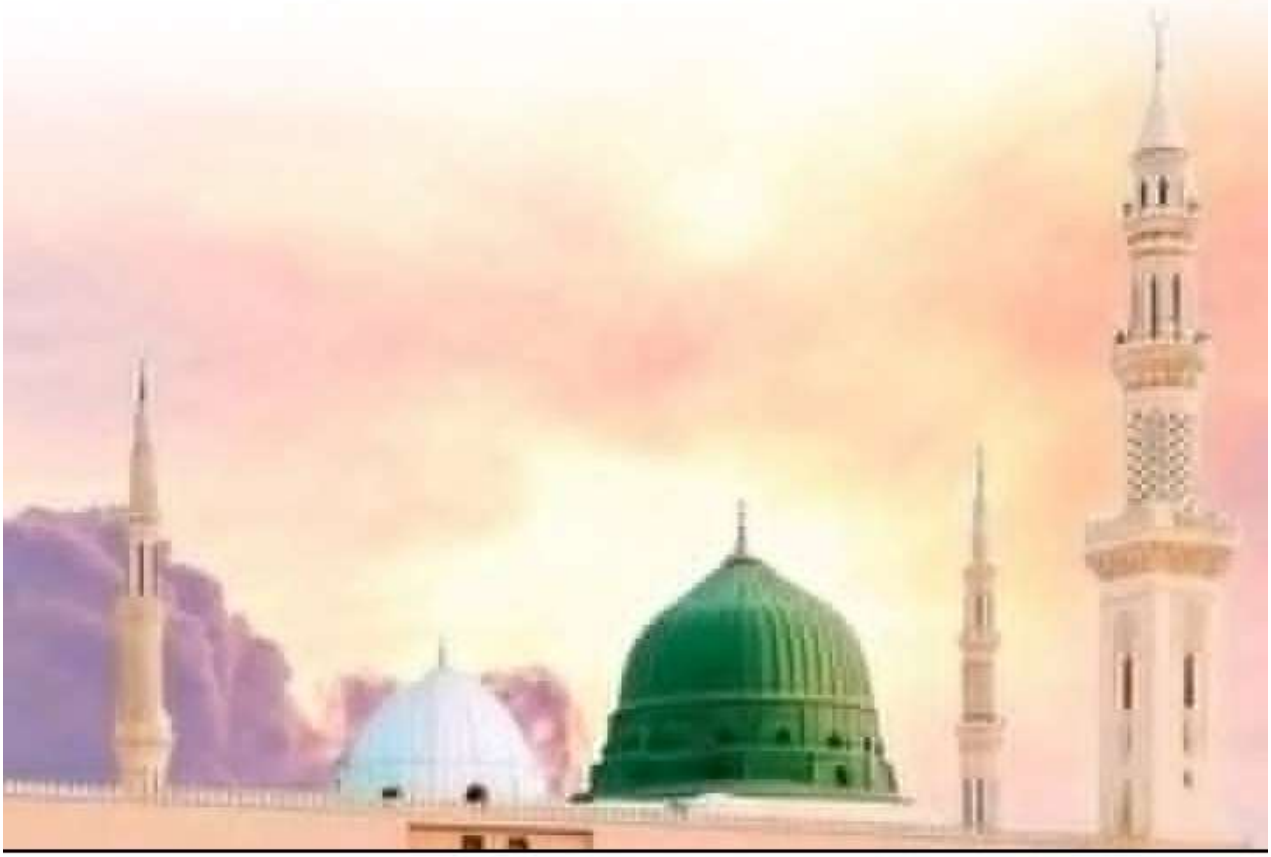

بیرسٹر جناح کا انوکھا اصول

محمد اسماعیل بورے والا

یہ ان دنوں کی بات ہے جب محمد علی جناح بمبئی کی ہائی کورٹ میں ایک نوجوان بیرسٹر تھے۔ ان کی شہرت ان کی قانونی ذہانت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے شاندار لباس، پروقار انداز اور ان کے انتہائی سخت اصولوں کی وجہ سے بھی تھی۔

ایک دن۔۔۔۔ جناح صاحب عدالت میں ایک انتہائی اہم مقدمے کی پیروی کر رہے تھے۔ ان کا فوکس مکمل طور پر دلائل پر تھا اور کمرہ عدالت میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اچانک مقدمے کی کارروائی کے دوران۔۔۔۔ ایک سینئر جج نے جو شاید کسی چھوٹے وقفے کے موڈ میں تھے مسکراتے ہوئے پوچھا، "مسٹر جناح۔۔۔۔ ایک ذاتی سوال پوچھ رہا ہوں۔ کیا آپ سگریٹ پیتے ہیں؟ "

جناح صاحب۔۔۔۔ جو اپنے کاغذات دیکھ رہے تھے یک دم رکے۔ انہوں نے اپنی مخصوص سنجیدگی اور تحمل کے ساتھ جج کی طرف دیکھا۔ عدالت میں موجود سب لوگ جناح صاحب کا جواب سننے کے لیے بے تاب ہو گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا جواب کبھی بھی سادہ نہیں ہوتا۔

جناح صاحب نے اپنے منفرد، صاف اور پر اعتماد لہجے میں جواب دیا، " جی ہاں! میں سگریٹ پیتا ہوں۔ "

جج نے سوچا کہ جناح صاحب اب ان سے سگریٹ کا تبادلہ کریں گے یا وہ خود انہیں پیش کریں گے مگر جناح صاحب نے ایک لمحہ ٹھہرا کر اپنے جواب میں اضافہ کیا۔۔۔۔ جس نے کمرہ عدالت

میں موجود ہر شخص کو حیران کر دیا۔
"لیکن میں آپ کی یا کسی اور شخص کی سگریٹ کبھی نہیں پیتا۔
میں صرف اپنی سگریٹ پیتا ہوں۔ "

جج۔۔۔۔ جو ایک لمحے کے لیے ہنسنے والے تھے۔ ان کی اس بات پر رک گئے۔ انہوں نے قدرے حیرت سے پوچھا،
"آپ کے اس سخت اصول کی کوئی خاص وجہ؟ "

جناح صاحب نے اپنا قیمتی سگار کیس نکال کر اسے کھولا۔۔۔۔ جس میں خاص برطانوی ساختہ " کیپٹن بلیک" سگار سجے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک سگار نکالا اور بڑے وقار سے وضاحت کی :
"جناب! میرا اصول یہ ہے کہ جو چیز میں افورڈ کر سکتا ہوں۔ وہی استعمال کرتا ہوں۔ میں نے یہ سگار اپنی محنت کی کمائی سے خریدی ہے، اور صرف اسی لیے استعمال کرتا ہوں۔ میں دوسروں پر انحصار کرنا یا کسی سے کوئی چیز مانگنا پسند نہیں کرتا۔ یہ بات صرف سگریٹ پر ہی نہیں، بلکہ زندگی کے ہر معاملے پر لاگو ہوتی ہے۔ مکمل خودداری اور انضباط۔ '' کمرہ عدالت میں ایک لمحے کے لیے

گہرا سکوت چھا گیا۔ جج سمیت ہر کوئی جان گیا کہ یہ شخص معمولی نہیں ہے۔ وہ یہاں ایک معمولی بیرسٹر کی حیثیت سے نہیں کھڑا، بلکہ ایک اصولوں پر قائم، باوقار اور خوددار رہنما کی حیثیت سے کھڑا ہے، جس کے لیے ذاتی نظم و ضبط قومی نظم و ضبط سے کم اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ واقعہ آج بھی قائداعظم کی اس غیر متزلزل شخصیت کو بیان کرتا ہے، جس نے چھوٹی چھوٹی عادتوں میں بھی اپنے بڑے اصولوں کی جھلک دکھائی۔

تین تاریخیں ایک دن

قائداعظم اور پاکستان کی تاریخ میں تین تاریخیں بہت اہم ہیں۔ 14 اگست کو پاکستان بنا تھا۔ 11 ستمبر کو قائداعظم کا یوم پیدائش ہے اور 25 دسمبر کو قائداعظم کی یوم وفات ہے۔ اور اس تینوں میں ایک خاص بات ہے کہ ہر سال یہ تینوں تاریخیں ایک ہی دن کو آتی ہیں۔

مثال کے طور پر 2025 میں یہ دن جمعرات کا بن رہا ہے۔ تو یہ تینوں تاریخیں جمعرات کو ہی آئیں ہیں اور اسی طرح پیچھے کتنے بھی سالوں کا ریکارڈ نکال لیں۔

اگر 14 اگست کو بدھ ہے تو باقی 11 ستمبر 25 دسمبر کو بھی بدھ کا دن ہی ہوگا۔ اگر یقین نہیں ہے تو آپ نکال کر چیک کر سکتے ہیں۔

کیا آپ اس بچے کی انار تک پہنچنے میں مدد کر سکتے ہیں؟

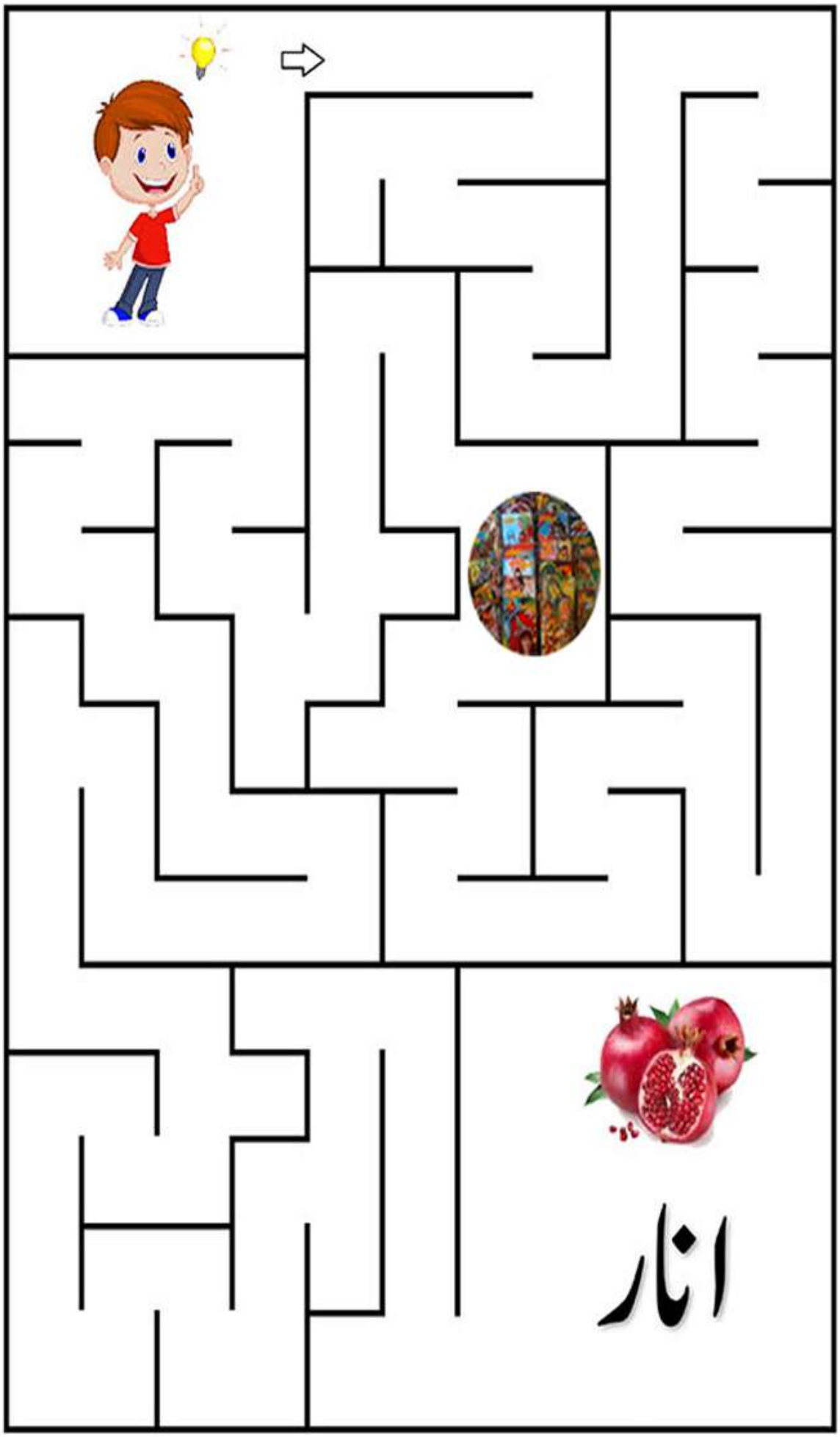

ملانصیرالدین کے گاؤں میں ایک اونچی جگہ تھی جہاں رات کے وقت تیز ہوائیں اور انتہائی سردی ہوتی تھی۔ ملانصیرالدین کے دوستوں نے کہا:

ملانصیرالدین! اگر آپ رات کو اُس پہاڑی پر آگ کے استعمال کے بغیر ٹھہر گئے تو ہم آپ کو ایک سونے کا سکہ دیں گے۔ ورنہ آپ ہم سب کو کھانا کھلائیں گے۔

ملانصیرالدین نے ہامی بھر لی۔

ملانصیرالدین رات وہاں گئے۔ صبح تک اس پہاڑی پر رہے اور سردی برداشت کی۔ جب وہ صبح آئے تو انھوں نے دوستوں سے کہا:

میں جیت گیا ہوں اب مجھے سونے کا سکہ دیں۔

دوست بولے:

کیا تم نے آگ استعمال نہیں کی؟

ملانصیرالدین نے کہا:

نہیں۔۔۔ صرف دُور ایک گھر میں کھڑکی کے آس پاس روشنی تھی اور یہ واضح تھا کہ وہاں ایک شمع روشن تھی۔

دوستوں نے کہا:

اُسی آگ کی وجہ سے آپ کو سردی نہیں لگی۔ لہٰذا اب آپ ہار چکے ہیں اور ہمیں ایک دن کا کھانا کھلانا ہوگا۔

ملانصیرالدین کچھ سوچتے ہوئے مان گئے اور مقررہ دن آنے کا کہا۔

دوست اُن کے گھر آئے لیکن کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

انہوں نے کہا:

ملانصیرالدین ایسا لگتا ہے کہ کھانا نہیں ہے۔

ملانصیرالدین نے کہا:

نہیں ایسا نہیں ہے۔ کھانا صرف ابھی تک تیار نہیں ہوا ہے۔

دو تین گھنٹے کے بعد دوستوں نے پھر پوچھا تو ملا نے کہا:

ابھی تک پانی اتنا نہیں ابلا کہ میں اس میں چاول ڈال سکوں۔

سب دوست باورچی خانے میں گئے یہ دیکھنے کیلئے کہ پانی کیوں نہیں ابل رہا۔ انہوں نے دیکھا کہ ملانصیرالدین نے اونچی جگہ پر برتن رکھا ہوا ہے اور نیچے ایک چھوٹی موم بتی رکھی ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا:

ملانصیرالدین یہ چھوٹی موم بتی بڑے سائز کے ایک برتن کو دو میٹر کے فاصلے سے گرم نہیں کر سکتی آگ بڑھانی ہوگی اور برتن کو بھی نزدیک کرنا پڑے گا

ملانصیرالدین نے کہا:

یہ کچھ فاصلے پر رکھی موم بتی پانی کو گرم نہیں کر رہی تو پھر اُس دن بہت دُور پڑی شمع مجھے سردی سے کیسے بچا سکتی تھی۔ جب تک پانی اُبل نہ جائے اور کھانا تیار نہ ہو کوئی گھر نہیں جائے گا سب کھانے کا انتظار کریں۔

غائب ٹرافیوں کا راز

اے کے خان

شاہین آباد کے پرسکون علاقے میں تین تیز طرار بچے رہتے تھے۔ جو خود کو کڈز جاسوسی کلب کہتے تھے۔

زین،کڈز جاسوسی کلب کا بانی اور لیڈر۔ وہ اپنی عقاب جیسی نظر اور منطق کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ عالیہ، کڈز جاسوسی کلب کا ٹیکنالوجی گرو۔ وہ ہر قسم کے آلات اور کوڈز کو ہینڈل کرنے میں ماہر تھی۔ بلال، گروپ کا ایکشن لیڈر۔ وہ تیزی سے دوڑنے اور خطرات کو سونگھنے میں بہترین تھا۔

آسمان پر تیز دھوپ چمک رہی تھی، اور درختوں کے پتے ہلکی ہوا میں جھوم رہے تھے۔ زین، عالیہ اور بلال، جو ایک پرانے گودام میں اپنا خفیہ ہیڈکوارٹر بنائے ہوئے تھے، سخت بور ہو رہے تھے۔ گودام کے

اندر، جس کی دیواروں پر ان کے حل کیے گئے پرانے کیسز کے نقشے لٹک رہے تھے، گرمی کی وجہ سے انہیں سکون نہیں مل رہا تھا۔ زین، جو اپنے چھوٹے سائز کے باوجود ایک حقیقی لیڈر تھا، میز پر بیٹھا، آنکھوں پر اپنی مشہور جاسوسی عینک لگائے، ایک پرانے میگنیفائنگ گلاس سے ایک پنسل کو گھور رہا تھا۔ عالیہ، کمپیوٹر کی ماہر، بیٹری سے چلنے والے ایک چھوٹے لیپ ٹاپ پر کوئی کوڈنگ گیم کھیل رہی تھی۔ بلال، جو ہمیشہ حرکت میں رہنا پسند کرتا تھا، دروازے پر ٹیک لگائے باہر سڑک پر آنے جانے والی چیونٹیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"آہ! یہ گرمیاں کتنی بورنگ ہیں۔" بلال نے گہری سانس لی۔

"کوئی پراسرار چیخ نہیں، کوئی غائب شدہ بلی نہیں، کوئی خفیہ کوڈ نہیں جو توڑا جا سکے۔" اسی لمحے، عالیہ کا لیپ ٹاپ بج اٹھا۔ یہ ایک خفیہ میسج تھا جو سیدھا ان کے پاس آیا تھا۔

"انتظار کرو۔ یہ مسٹر سلیم کی طرف سے ہے، کمیونٹی سینٹر کے مینیجر۔" عالیہ نے سکرین کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ "پیغام میں لکھا ہے: فوری مدد درکار ہے۔ بہت بڑا مسئلہ۔ سینٹر میں آؤ۔

زین کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ "بوریت ختم! چلو، کڈز جاسوسی کلب"
دس منٹ بعد، وہ تینوں کمیونٹی سینٹر کے پرشکوہ ہال میں کھڑے تھے۔
ہال کی اونچی چھت اور ٹائلوں والا ٹھنڈا فرش انہیں گرمی سے کچھ
راحت دے رہا تھا۔ عام طور پر یہ ہال بچوں کے قہقہوں اور کھیل
کی آوازوں سے گونجتا تھا، لیکن آج وہاں خاموشی اور تناؤ چھایا
ہوا تھا۔مسٹر سلیم، جن کے ماتھے پر پسینے کے موٹے قطرے تھے،
تیزی سے ہال کے وسط میں رکھے ایک بڑے شیشے کے شوکیس کی
طرف اشارہ کر رہے تھے۔ شوکیس کے اندر، جہاں ہر قسم کے کھیلوں
کی شیلڈز اور میڈلز رکھے ہوتے تھے۔۔۔ وہاں ایک جگہ صاف خالی تھی۔
مسٹر سلیم نے اپنے بال نوچتے ہوئے کہا، "بچو، تم دیکھ سکتے ہو۔ سینٹر کی
سب سے قیمتی اور تاریخی چھ ٹرافیاں غائب ہیں!۔وہ ہماری کئی دہائیوں
کی محنت کا نتیجہ تھیں۔ " زین نے اپنی جاسوسی عینک مزید ٹھیک کی
اور شوکیس کا جائزہ لیا۔
"مسٹر سلیم۔۔۔۔ کیا کسی نے شیشہ توڑا؟ "

"نہیں۔ " مینیجر نے تقریباً چیختے ہوئے کہا، "یہی تو حیرت انگیز ہے۔
نہ کوئی ٹوٹا ہوا شیشہ، نہ دروازے پر زبردستی داخل ہونے کا نشان۔
نہ کوئی ٹوٹی ہوئی کھڑکی۔ تالا بھی برقرار ہے۔ "

زین نے شوکیس کے دروازے کو ہاتھ لگائے بغیر بغور دیکھا۔ یہ ایک پرانا اور مضبوط شوکیس تھا۔ اس نے نچلے شیشے کے فریم پر ایک جگہ انگلی سے اشارہ کیا۔ "دیکھیں! اس حصے پر پالش کا ایک دھبہ ہے جو ارد گرد کے شیشے سے زیادہ چمک رہا ہے۔" بلال نے جھک کر دیکھا۔ "ہاں! جیسے کسی نے ابھی ابھی اسے بہت زور سے صاف کیا ہو۔ "

"اس کا مطلب ہے۔ " زین نے جاسوسی کا تیر چلایا، " ٹرافیاں زیادہ دن پہلے نہیں چرائی گئیں بلکہ گزشتہ چند گھنٹوں یا کل رات چوری کی گئی ہیں۔ چور نے انہیں نکالنے کے بعد ممکنہ طور پر کوئی نشان چھپانے کے لیے اس حصے کو تیزی سے پالش کیا ہو گا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ چور کے پاس وقت نہیں تھا یا وہ جلدی میں تھا۔ "

اب عالیہ کی باری تھی۔ اس نے اپنے لیپ ٹاپ کو شوکیس کے قریب نصب چھوٹے سیکیورٹی کیمرے کے تار سے جوڑ دیا۔ وہ سکرین پر رات کے مناظر دیکھنے لگی۔

" 2بجے۔۔۔۔ سب پرسکون ہے۔ " عالیہ تیزی سے فوٹیج آگے بڑھا رہی تھی۔ "انتظار کرو۔ "

02:05:30 سیکنڈ پر۔۔۔۔ پوری سکرین پر ایک لمحے کے لیے سفید، چمکدار روشنی چھا گئی۔ یہ صرف ایک سیکنڈ کا فلیش تھا، جس کے بعد فوٹیج

نارمل ہوگئی۔

"یہ کیا تھا؟ " مسٹر سلیم نے پوچھا۔

"یا تو کیمرہ خراب ہوا، یا۔۔۔۔ " عالیہ نے اپنی عینک اتارتے ہوئے کہا، " یا چور نے کسی طاقتور چیز کا استعمال کیا تاکہ کیمرے کے لینز کو ایک سیکنڈ کے لیے اوورلوڈ کر دے۔ بالکل اسی ایک سیکنڈ میں وہ شوکیس تک پہنچا ہو گا، ٹرافیاں نکالی ہوں گی، یا اپنا کوئی خفیہ کام کیا ہوگا۔ یہ ایک پیشہ ورانہ چال ہے۔ "

عالیہ اور زین جب ٹیکنالوجی اور سراغ راسانی میں مصروف تھے تو بلال نے اپنا کام شروع کیا۔ وہ جھک کر، کمرے کے کونے کونے میں دیکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ بلال کا اصول تھا بڑے مجرم چھوٹے سراغ چھوڑ جاتے ہیں۔ جیسے ہی وہ شوکیس کے پچھلے کونے میں پہنچا، جہاں کم روشنی تھی، وہ رک گیا۔

"مجھے کچھ ملا۔ " اس نے خوشی سے کہا۔ "یہ دیکھو۔۔۔۔ " فرش کی سفید ٹائلوں پر، ایک کونے میں، سفید چاک کا ایک چھوٹا سا، گہرا نشان بنا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی جوتے کے کنارے سے رگڑ کھایا ہو۔

"یہ کیا ہے؟ " زین نے جھک کر دیکھا۔

"یہ عام چاک نہیں ہے۔" بلال نے سونگھا۔ "یہ تعمیراتی چاک کی طرح لگتا ہے، جو پرانی عمارتوں پر نشان لگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔" زین نے چاک کے نشان کو دیکھا، پھر شوکیس کی طرف دیکھا۔ "چور کوئی بیرونی شخص نہیں ہو سکتا جو اچانک یہاں آیا ہو۔ یہ وہی شخص ہے جو سینٹر کے اندرونی رازوں سے واقف ہے، جسے پالش کا دھبہ چھپانے کی فکر تھی، اور جو یہاں کے پرانے سٹور رومز میں تعمیراتی چاک کی موجودگی سے بھی واقف ہے۔ "

زین نے فوراً مسٹر سلیم سے پوچھا، "کیا سینٹر میں کوئی پرانا سٹور روم ہے جہاں تعمیراتی سامان رکھا ہو؟ "

"ہاں، ہاں! بالکل ہال کے پیچھے ہی ایک سٹور روم ہے، جسے ہم نے بہت پہلے استعمال کرنا چھوڑ دیا تھا۔ "

زین، عالیہ اور بلال نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں ایک نیا جوش تھا۔ وہ چاک کے چھوٹے سے نشان کی پیروی کرتے ہوئے تاریک، پرانے سٹور روم کی طرف بڑھے۔ سٹور روم کا دروازہ چڑوں کے جالوں سے اٹا ہوا تھا اور پرانے لکڑی کے تختوں سے بند تھا۔ مسٹر سلیم نے ایک پرانی، زنگ آلود چابی سے اسے کھولا۔ جیسے ہی دروازہ چرچراتا ہوا کھلا، ایک شدید گھٹن والی، سڑی ہوئی بو باہر نکلی۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔

عالیہ نے فوراً اپنی جیب سے ایک چھوٹی، طاقتور ایل ای ڈی ٹارچ نکالی اور اسے آن کیا۔ روشنی کی مدھم کرن میں، انہیں کمرے کا منظر دکھائی دیا۔ یہ کمرہ دہائیوں سے صاف نہیں ہوا تھا۔ ایک طرف تعمیراتی چاکوں کا ایک گٹھا پڑا تھا، جو چوری کے نشان سے بالکل ملتا جلتا تھا۔ دوسری طرف، ٹوٹی ہوئی کرسیاں، پینٹ کے ڈبے اور پرانے، بوسیدہ تختے کا ڈھیر تھا۔ بلال نے زمین کی طرف دیکھا۔"چاک کے نشانات اندر تک نہیں گئے ہیں۔ چور اندر نہیں گیا، اس نے شاید صرف دروازے پر تکیہ لگایا ہو گا یا اندر سے گزرتے ہوئے اس کے جوتے سے چاک لگ گیا ہو گا۔ "

زین کی نظر چھت کے قریب لٹکے ہوئے ایک پرانے، خاک آلود ہینگر پر پڑی۔ ہینگر پر ایک پرانا، پھٹا ہوا، بھورا یونیفارم لٹکا ہوا تھا۔ اس یونیفارم پر، سینے کے پاس، چھوٹے، پیلے دھاگے سے ایک نام کڑھا ہوا تھا۔۔۔۔ "ریاض۔۔۔۔"

زین نے مڑ کر مسٹر سلیم کی طرف دیکھا، جن کے چہرے پر اچانک پریشانی چھا گئی۔ "مسٹر سلیم، یہ ریاض کون ہے؟ "

مسٹر سلیم نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولے، "یہ مسٹر ریاض ہیں۔ وہ اس سینٹر کے کیئر ٹیکر تھے۔ قریب چالیس سال تک۔ وہ سینٹر کو

اپنا گھر سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہاں ہر ایک کھڑکی کس وقت کھلتی ہے، ہر ایک تالے کی کہانی۔ لیکن ان کی صحت خراب ہونے کی وجہ سے، انہیں چھ ماہ پہلے ریٹائر ہونا پڑا۔ "

مسٹر سلیم نے وضاحت کی کہ مسٹر ریاض ریٹائرمنٹ پر شدید ناراض تھے۔وہ ٹرافیوں سے بہت جذباتی لگاؤ رکھتے تھے۔ وہ انہیں اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے، ہر روز پالش کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ سینٹر نے ان کی خدمات کو تسلیم نہیں کیا اور انہیں یوں ہی رخصت کر دیا گیا۔ وہ بہت غصے میں تھے۔

"مسٹر ریاض ٹرافیوں سے واقف تھے، سینٹر سے واقف تھے، اور ان کے پاس ناراض ہونے کی ایک وجہ بھی تھی۔ یہ سب ان پر شبہ ڈالتا ہے۔" زین نے اپنے ساتھیوں سے پھر مسٹر سلیم سے کہا،"مسٹر سلیم، کیا مسٹر ریاض کے پاس کوئی ایسی "ماسٹر کی " تھی جو عام تالوں سے زیادہ اہم ہو؟ یا کوئی ایسا راز جو صرف وہ جانتے تھے؟ "

مسٹر سلیم نے سر کھجاتے ہوئے اعتراف کیا، "در حقیقت، جب یہ شوکیس پرانا تھا۔۔۔۔ اس وقت اس کا ڈیزائن ایسا تھا کہ کوئی بھی باہر کا آدمی تالا کھولنے کی کوشش کرتا تو تالا ٹوٹ جاتا۔ لیکن ریاض نے

ایک بار مجھے بتایا تھا کہ اگر آپ پچھلے سائیڈ کے تین چھوٹے نٹس کو باری باری اور ایک خاص ترتیب سے ڈھیلا کریں تو شوکیس کا نچلا ڈسپلے یونٹ بغیر تالے کو نقصان پہنچائے باہر آ جاتا تھا۔ یہ ایک پرانی سیکیورٹی خامی تھی جو صرف ریاض کو معلوم تھی۔ "

"یہی وہ 'چابی' تھی۔" عالیہ نے کہا۔ "چور کوئی تالا توڑنے والا نہیں، بلکہ تالا بائی پاس کرنے والا تھا۔"

اب عالیہ نے اپنے ٹیکنالوجی کا جادو چلایا، "اگر مسٹر ریاض اتنے ہی پرانے تھے تو ہوسکتا ہے وہ نئی ٹیکنالوجی استعمال نہ کرتے ہوں۔ لیکن ہو سکتا ہے وہ اپنا پرانا موبائل یا کوئی پرانا ٹیبلٹ اب بھی وائی فائی سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہوں؟ "

عالیہ نے سینٹر کے پرانے، کمزور وائی فائی راؤٹر کے لاگز (Logs) کو کھنگالا۔ یہ لاگز وائی فائی سے جڑنے کی ہر کامیاب اور ناکام کوشش کو ریکارڈ کرتے تھے۔

جیسے ہی اس نے چوری کی رات 02:00 سے 02:30 بجے تک کے ڈیٹا کو فلٹر کیا۔۔۔۔ اسے ایک عجیب چیز ملی:

"مل گیا۔۔۔۔ 02:15 پر، ایک نامعلوم ڈیوائس نے ہمارے پرانے سرور سے منسلک ہونے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔ آئی پی

ایڈریس کو فوری طور پر ٹریس کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ آئی پی ایڈریس مسٹر ریاض کے محلے سے آرہا ہے، جو یہاں سے کافی دور ہے۔ " ٹیکنالوجی،سراغ راسانی، اور پرانے سراغ سب مسٹر ریاض کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ بلال نے مسٹر ریاض کے گھر کا ایڈریس لکھ لیا، جو مسٹر سلیم نے فراہم کیا تھا۔ "اب، ہمارا اگلا قدم۔ " بلال نے جوش سے کہا، "مسٹر ریاض کو ان کے گھر پر پکڑنا ہے۔ " تینوں نے بائیسکلیں نکالیں اور محلے سے نکل کر ویران، پرانے مکانات کی طرف چل دیے۔ جب وہ مسٹر ریاض کے چھوٹے سے، لیکن صاف ستھرے گھر کے قریب پہنچے، تو انہوں نے دور سے رک کر صورتحال کا جائزہ لیا۔ مسٹر ریاض باغ میں چھوٹے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ وہ ایک تھکے ہوئے لیکن مہربان بوڑھے آدمی لگ رہے تھے۔۔۔۔ جن کے ہاتھ محنت کے عادی تھے۔

بلال کی نظر ان کے پیروں کی طرف گئی۔ مسٹر ریاض نے ایک جوڑا پرانے، چمڑے کے جوتے پہنے ہوئے تھے جن کے تلوے موٹے تھے اور تلوے کے کناروں پر، بہت غور سے دیکھنے پر، خشک، سفید چاک کے ہلکے سے نشانات تھے۔

"شواہد ان کے خلاف ہیں، لیکن وہ شریف انسان لگتے ہیں۔ ہم انہیں سیدھا نہیں پوچھ سکتے، ورنہ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔ ہم انہیں تھوڑی دیر کے لیے یہیں چھوڑیں گے، لیکن آج رات سے ہم ان کے گھر پر خفیہ نگرانی رکھیں گے۔ اگر ٹرافیاں ان کے پاس ہیں، تو وہ انہیں زیادہ دیر تک گھر میں نہیں رکھیں گے۔ وہ انہیں ضرور کہیں چھپانے جائیں گے۔" زین نے کہا۔

اب یہ صرف معلوم کرنا باقی تھا کہ کیا مسٹر ریاض سچ میں مجرم ہیں، یا انہیں صرف استعمال کیا جا رہا ہے؟ کڈ جاسوسی کلب نے رات کی تاریکی میں اپنے اگلے قدم کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا۔ گھڑی میں رات کے 1 1 بج رہے تھے۔ اسلام آباد کے اس پرانے محلے میں ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صرف جھینگروں کی آوازیں اور دور سے آتی کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اس خاموشی کو توڑ رہی تھیں۔کڈز جاسوسی کلب، مسٹر ریاض کے گھر سے تقریباً سو فٹ دور، ایک پرانی، پتوں والی جھاڑیوں کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا۔ عالیہ نے اپنے ایک انتہائی جدید، خود ساختہ ڈرون کیمرے کو لانچ کیا۔ یہ ڈرون تتلی کے سائز کا تھا اور تقریباً خاموشی سے اڑتا تھا۔ یہ اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ کسی کو شک نہ ہو۔ عالیہ نے اپنے چھوٹے

مانیٹر پر مسٹر ریاض کے گھر کا نظارہ سیٹ کیا۔ زین اپنے ہاتھ میں دوربین پکڑے ہوئے، مسٹر ریاض کے گھر کی کھڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ کھڑکی پر پردے پڑے تھے، لیکن اندر کی ہلکی پیلی روشنی سے پتا چل رہا تھا کہ مسٹر ریاض ابھی جاگ رہے ہیں۔ بلال پوری طرح متحرک تھا، وہ زمین پر رینگ رہا تھا تاکہ کوئی شاخ یا پتھر اس کے قریب حرکت نہ کرے۔ اس نے ہلکے رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے تاکہ وہ رات کی تاریکی میں آسانی سے چھپ سکے۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ یکدم، زین نے سرگوشی کی، "تیار ہو جاؤ۔۔۔۔ وہ آرہے ہیں۔ " مسٹر ریاض گھر کا پچھلا دروازہ کھول کر نہایت خاموشی سے باہر نکلے۔ وہ بغیر ٹوکری یا بیگ کے تھے، ان کے ہاتھ خالی تھے۔ انہوں نے ایک موٹا، پرانا کوٹ پہنا ہوا تھا، شاید اس محلے کی رات کی ٹھنڈی ہوا سے بچنے کے لیے۔

"عجیب ہے۔ " عالیہ نے سرگوشی کی، "اگر وہ ٹرافیاں چھپانے جا رہے ہیں، تو ان کے پاس کوئی چیز ہونی چاہیے۔ " بلال نے اشارہ کیا اور زین اور عالیہ نے فوراً نیچے ہو کر جھاڑیوں میں اپنے آپ کو چھپا لیا۔ مسٹر ریاض آہستہ قدموں سے آگے بڑھے۔

وہ محلے کی ویران پکی سڑک پر چلتے ہوئے سیدھا محلے کے پچھلے سرے کی طرف بڑھے، جہاں ایک پرانا اور متروک واٹر ٹاور آسمان کو چھو رہا تھا۔ یہ ٹاور سالوں سے استعمال میں نہیں تھا اور اس کے آس پاس جنگلی جھاڑیاں اُگ چکی تھیں۔مسٹر ریاض واٹر ٹاور کے قریب پہنچ گئے۔ ٹاور کا فولادی ڈھانچہ تاریکی میں ایک دیو قامت بت کی طرح خوفناک نظر آ رہا تھا۔ وہ ٹاور کے بالکل قریب، ایک موٹے، زنگ آلود پائپ کے پاس رکے جو زمین میں دھنسا ہوا تھا۔ انہوں نے ادھر اُدھر دیکھا، گویا یقین کر رہے ہوں کہ کوئی انہیں نہیں دیکھ رہا۔ زین نے اپنی دوربین مسٹر ریاض پر فوکس کر دی۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ مسٹر ریاض نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ "وہ کچھ نکال رہے ہیں۔" زین کی سرگوشی ہلکی سی کانپ رہی تھی۔ مسٹر ریاض نے جیب سے ایک چمکتی ہوئی دھات کی چیز نکالی۔ یہ ایک ٹرافی کا ٹکڑا یا کوئی خفیہ چابی لگ رہی تھی۔ انہوں نے اس چمکتی چیز کو احتیاط سے پائپ کے اندر ڈال دیا۔ چند سیکنڈ کے لیے انہوں نے اپنا ہاتھ پائپ میں اندر رکھا۔ جب انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو ان کے ہاتھ میں کچھ اور تھا۔ پھر مسٹر ریاض تیزی سے واپس گھر کی طرف چل دیے۔ ان کا یہ سارا عمل ایک خفیہ ملاقات یا سامان کے

تبادلے جیسا تھا۔جیسے ہی مسٹر ریاض کی پرچھائیں دور ہوئی، کڈز جاسوسی کلب جھاڑیوں سے نکلا۔

"وہاں کوئی ٹرافی نہیں تھی۔" بلال نے کہا جو اب تیزی سے پائپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ "وہ کسی کو کوئی پیغام دے رہے تھے یا کسی سے کوئی چیز لے رہے تھے۔" بلال نے پائپ کے اندر ہاتھ ڈالا۔۔۔۔ جہاں شدید سردی اور نمی تھی۔ اسے وہاں کوئی چمکتی ہوئی چیز یا ٹرافی نہیں ملی۔ لیکن اس کی انگلیاں کاغذ کے ایک موٹے ٹکڑے سے ٹکرائیں۔بلال نے اسے احتیاط سے نکالا اور عالیہ کی ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔یہ ایک پرانا، ہاتھ سے کھینچا ہوا نقشہ تھا۔ نقشے پر کمیونٹی سینٹر کے ارد گرد کے محلے کے راستے بنے ہوئے تھے اور چند نشانات جیسے واٹر ٹاور اور سڑک کے موڑ واضح کیے گئے تھے۔ نقشے پر واٹر ٹاور کے نشان سے تھوڑی دور، ایک پیپل کا پرانا درخت بنا ہوا تھا، اور اس درخت پر لال سیاہی سے ایک بڑا "X" کا نشان لگا تھا۔

"مسٹر ریاض صرف چور نہیں ہیں۔ وہ کسی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ وہ چمکتی ہوئی چیز شاید اس پائپ میں کسی خفیہ خانہ یا گائیڈ کو کھولنے کی چابی تھی اور اس کے بدلے میں انہوں نے یہ نقشہ لیا۔ "X" کا مطلب

خزانہ یا ٹرافیاں ہو سکتی ہیں۔ " زین نے کہا۔
"یہ نقشہ بظاہر کسی پرانے پراپرٹی ڈویلپمنٹ یا سروے کا ٹکڑا لگتا ہے۔ اس پر بہت سے چھپے ہوئے نشانات ہیں جو صرف ماہر ہی سمجھ سکتا ہے۔" عالیہ نے کہا۔
"ٹرافیاں یا خزانہ، جو بھی ہو۔۔۔۔ وہ "X" کے نشان کے نیچے ہے۔ ہمیں فوراً پیپل کے درخت کی طرف جانا چاہیے۔" بلال نے بے تابی سے کہا۔
تینوں نے بائیسکلوں کی طرف دوڑ لگائی اور نقشے کے مطابق، خاموش محلے کی سڑکوں پر سوار ہوتے ہوئے، پیپل کے درخت کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں ان کا اگلا بڑا سراغ منتظر تھا۔ نقشے پر بنے "X" کے نشان کے پیچھے کیا راز چھپا ہے؟ کیا یہ واقعی غائب شدہ ٹرافیوں کا ٹھکانہ ہے، یا یہ ایک اور گہرا راز ہے جو کمیونٹی سینٹر کے اندر چھپا ہوا ہے؟ ان سب کا جواب اسے پیپل کے درخت کے پاس ہی ملنے والے تھے۔ آدھی رات کے بعد، کڈز جاسوسی کلب تیزی سے پیپل کے پرانے درخت تک پہنچا۔ یہ درخت محلے کے ایک کونے میں تنہا کھڑا تھا، جس کی جڑیں زمین کو جکڑے ہوئے ایک دیوہیکل سایہ بنا رہی تھیں۔

"یہی وہ جگہ ہے۔ " بلال نے نقشے کو دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ "نقشے کا " X " بالکل درخت کی جڑوں کے نیچے ہے۔ " تینوں نے عالیہ کی ٹارچ کی روشنی میں تیزی سے زمین کھودنے کا کام شروع کیا۔ بلال نے اپنے ساتھ لائی ہوئی چھوٹی، فولڈنگ ہتھوڑی کا استعمال کیا، جبکہ زین اور عالیہ نے ہاتھ سے مٹی ہٹائی۔ مٹی نرم اور نم تھی، لیکن کچھ ہی دیر بعد ان کے اوزار سخت پتھروں سے ٹکرانے لگے۔ پندرہ منٹ کی سخت محنت کے بعد، انہوں نے ایک فٹ سے زیادہ گہرائی تک کھدائی کر لی تھی، لیکن انہیں کوئی ٹرافی، ٹول باکس، یا خفیہ خانہ نہیں ملا۔ صرف سخت پتھر اور جڑیں تھیں۔ "یہ ممکن نہیں۔ نقشہ صاف اشارہ دے رہا تھا۔ یہ " X " صرف ایک غلط اشارہ نہیں ہو سکتا۔ " زین نے مایوسی سے کہا۔ عالیہ نے درخت کے تنے کو بغور دیکھا، جہاں اندھیری رات میں بھی اس کے مضبوط چھالے نظر آ رہے تھے۔ اچانک، اس کی ٹارچ کی روشنی ایک جگہ رکی۔ "رکو! زین، ادھر دیکھو۔ " درخت کے تنے پر، سطح سے تقریباً پانچ فٹ اوپر، کسی نے حال ہی میں چاقو یا کسی نوکیلی چیز سے گہرا کھرونچ کا نشان بنایا تھا۔ یہ کھرونچ کوئی عام لکیر نہیں تھی، بلکہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی لاطینی حرف "S" بنا کر چھوڑ گیا

ہو۔ نشان نیا تھا، کیونکہ اس کے کنارے اب بھی تیز تھے۔

"ایک "S" کا مطلب کیا ہے؟ سلیم؟ سیکیورٹی؟ " زین نے الجھائی ہوئی لہجے سے کہا۔ زین نے فوراً نقشے کو دوبارہ نکالا، جسے انہوں نے واٹر ٹاور کے پائپ سے حاصل کیا تھا۔ اس نے نقشے کے کنارے اور خالی جگہوں کا بغور جائزہ لیا۔ "آہا۔۔۔ یہ رہا " نقشے کے نچلے دائیں کونے میں، جہاں مٹی کا ایک دھبہ پڑا تھا، نہایت ہی باریک، تقریباً نظر نہ آنے والی لکھائی میں کچھ نمبرز لکھے تھے۔

"یہ کوئی فون نمبر نہیں ہے۔ یہ ایک تین ہندسوں کا کوڈ ہے۔ " عالیہ نے فوراً کہا، "یہ "X" درخت کے نیچے کا خزانہ نہیں تھا، بلکہ "S" نشان زدہ جگہ کی طرف اشارہ تھا، جہاں سے ہمیں یہ نمبرز ملیں۔ اب سوال یہ ہے: یہ تالا کس چیز کا ہے؟ " بلال حیرت سے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی پیشانی تھپتھپائی جیسے اسے کوئی اہم بات یاد آگئی ہو۔ " کمیونٹی سینٹر! اس کے تہہ خانے میں! میں وہاں پرانے ٹولز لینے گیا تھا۔ وہاں ایک بڑا، پرانا، سخت فولادی کبڈ (Almirah) رکھا ہے جو

کئی سالوں سے بند ہے۔ اس پر تین ڈائل والا تالا لگا ہے، جس پر زنگ لگا ہوا تھا۔ " بلال کو اچانک یاد آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ زین کی آنکھوں میں دوبارہ چمک آ گئی۔ "ہمارا چور صرف ٹرافیاں نہیں چاہتا تھا، وہ کسی چیز کے لیے کبڈ کو کھولنا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مسٹر ریاض کو بلیک میل کیا ہو گا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تہہ خانے کا کوڈ صرف مسٹر ریاض کو معلوم ہو سکتا ہے۔ " انہوں نے آدھی رات کے بعد کمیونٹی سینٹر کی طرف واپسی کا فیصلہ کیا۔ انہیں کسی طرح تہہ خانے میں داخل ہونا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے، وہ ایک پرانی، ٹوٹتی ہوئی کھڑکی کے راستے سے، جو عالیہ کو یاد تھا، سینٹر کے اندر داخل ہوئے۔ ہر سائے اور آواز پر ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ سینٹر کا ہال تاریکی میں پراسرار اور خاموش لگ رہا تھا۔وہ چپکے سے تہہ خانے کی طرف بڑھے۔ تہہ خانے کا دروازہ بھاری اور سرد تھا۔تہہ خانے کے اندر، ہوا سرد اور سڑی ہوئی نمی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ دیواروں کے ساتھ رینگتے ہوئے پرانے کبڈ تک پہنچے۔ عالیہ نے اپنی ٹارچ کی روشنی کبڈ پر ڈالی۔ یہ کبڈ واقعی بڑا اور فولاد کا تھا، جس پر دہائیوں کی دھول جمی ہوئی تھی۔ اس کے بیچ میں تین ڈائل والا زنگ آلود تالا لگا تھا۔

بلال نے اپنے کان کبڈ پر رکھے اور ہاتھ کانپتے ہوئے پہلا ہندسہ ڈائل کیا: 7 2 5

ایک دھیمی " کلک " کی آواز آئی۔

پھر اس نے دوسرا ہندسہ گھمایا: 9 1 0 دوسری "کلک " ہوئی۔

آخر میں، اس نے نہایت احتیاط سے آخری ہندسہ گھمایا: 6 4 8

تالا کھل گیا! ایک زوردار، گونجتی ہوئی '' کچاک '' کی آواز آئی جو اندھیرے میں بہت تیز لگی۔ کلب نے تیزی سے کبڈ کا دروازہ کھولا۔ ٹرافیاں؟ ٹرافیاں وہاں نہیں تھیں۔اس کے بجائے، کبڈ کے اندر، پانی سے لبالب بھرا ہوا ایک پلاسٹک باکس رکھا ہوا تھا۔ پانی کا درجہ حرارت بہت ٹھنڈا تھا، گویا کسی نے اسے برف سے بھرا تھا۔ پانی کے اوپر، کچھ پرانی، کاغذ کی فائلیں تیر رہی تھیں جو مکمل طور پر خراب ہو چکی تھیں، اور ان کے ساتھ ایک چمکتا ہوا، نارنجی رنگ کا فوم بال تیر رہا تھا۔

"چور نے ہمیں بے وقوف بنایا! اسے ٹرافیاں نہیں چاہیے تھیں۔ اسے یہ کبڈ کھولنا تھا تاکہ وہ اس میں موجود دستاویزات کو پانی میں ڈال کر ضائع کر سکے اور کسی بھی ثبوت کو مٹا سکے۔ "

یہ ایک بہت بڑا سسپنس تھا۔ٹرافیاں چوری کرنا صرف ایک ڈرامہ تھا۔

اصل راز تہہ خانے کے اس فولادی کبڈ میں چھپا تھا۔ٹرافیاں کہاں ہیں؟ تہہ خانے کی تباہ شدہ فائلوں میں ایسا کیا راز چھپا تھا کہ چور کو ٹرافیوں کی چوری کا ڈرامہ رچانا پڑا؟ اور اس نارنجی فوم بال کا کیا مطلب ہے؟ صبح کی پہلی کرنیں چھوٹی کھڑکی سے تہہ خانے میں داخل ہو رہی تھیں۔ کلب نے پانی سے بھرے ہوئے باکس کو تہہ خانے سے نکال لیا اور اسے ہیڈکوارٹر لے آیا۔ ہیڈکوارٹر میں، انہوں نے پانی سے نکالی گئی گلی سڑی دستاویزات کو میز پر پھیلا دیا۔ ان کاغذات سے سڑی ہوئی پرانے پانی کی بو آ رہی تھی۔ عالیہ نے فوراً اپنے اسکینر کا استعمال کیا۔ زیادہ تر کاغذات مکمل طور پر ضائع ہو چکے تھے، لیکن ایک فولڈر کا کاغذ، جو ایک خاص قسم کے موٹے کاغذ سے بنا تھا، پانی کے باوجود پڑھنے کے قابل تھا۔ عالیہ نے اسے احتیاط سے اسکین کیا اور اسے ڈیجیٹل شکل میں محفوظ کیا۔ یہ دستاویزات **1980** کی دہائی کی تھیں، جب کمیونٹی سینٹر کی پہلی بار تعمیر ہوئی تھی۔ ایک صفحہ، جو "تعمیراتی معاہدے کا خفیہ ضمیمہ " کے عنوان سے تھا، میں ایک بہت بڑا انکشاف ہوا۔ اس میں لکھا تھا: " کمیونٹی سینٹر کی پچھلی باؤنڈری کے باہر زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا (رقبہ **X**) سرکاری طور پر عوامی استعمال کے لیے غیر اعلانیہ محفوظ علاقہ

رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین ماضی میں ایک پرانے مقامی قبرستان کا حصہ تھی، اور اس کی ملکیت کی حیثیت پیچیدہ ہے۔ اس پر کوئی بھی کمرشل تعمیر کی اجازت نہیں ہو گی۔ "
زین کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "یہی وہ راز تھا! یہ چوری ٹرافیوں کے لیے نہیں تھی۔ یہ دستاویزات اس بات کا ثبوت تھیں کہ کمیونٹی سینٹر کی پچھلی زمین کمرشل استعمال کے لیے نہیں ہے۔ چور نے ان ثبوتوں کو ہمیشہ کے لیے مٹانے کے لیے پانی کا استعمال کیا۔ "

"اب سوال یہ ہے، یہ زمین کون چاہتا تھا؟ " بلال نے پوچھا۔
عالیہ کو اچانک یاد آیا، "مجھے یاد آیا! دو ماہ پہلے، ایک بڑی رئیل اسٹیٹ کمپنی، "سٹی ویو پروجیکٹس" نے سینٹر کے پچھلے حصے میں ایک نیا، بڑا شاپنگ مال اور اپارٹمنٹس کا کمپلیکس بنانے کا منصوبہ پیش کیا تھا۔ مسٹر سلیم نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا تھا کہ زمین کمیونٹی کی ملکیت ہے۔ "
"تو سٹی ویو پروجیکٹس کے پیچھے جو بھی ہے، وہ جانتا تھا کہ یہ پرانے کاغذات ان کا کروڑوں کا منصوبہ روک سکتے ہیں۔ انہیں تہہ خانے کا وڈ چاہیے تھا اور انہوں نے مسٹر ریاض کی ناراضگی کا فائدہ اٹھا کر انہیں بلیک میل کیا۔ " زین نے اپنا خیال پیش کیا۔

اب ان کی توجہ نارنجی فوم بال کی طرف گئی۔ یہ گیند اتنی اہم کیوں تھی کہ چور نے اسے ضائع کرنے کی زحمت نہیں کی؟

"یہ تو عام گیند نہیں لگتی۔" بلال نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ یہ ہلکا تھا، لیکن اس کی سطح پر کچھ بہت ہی چھوٹے سوراخ تھے۔

"مجھے یاد آیا! کمیونٹی سینٹر میں ایک آرکیالوجی (قدیم چیزوں کی کھدائی) کی کلاس ہوتی تھی۔ وہ بچے زمین کی ساخت اور قدیم نقشے بنانے کے لیے بالکل اسی طرح کے خاص ساختہ فوم بالز استعمال کرتے تھے۔" عالیہ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے۔ "زین نے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کہا، "یہ فوم بال صرف ایک گیند نہیں! ہوسکتا ہے یہ کسی نقشے کا ماڈل ہو، جسے چور نے غلطی سے وہیں چھوڑ دیا۔ "

عالیہ نے بال کے سوراخوں کو دیکھ کر اس پر ایک خاص طرح کی روشنی ڈالی۔ اچانک، روشنی کی وجہ سے، فوم بال پر بنے سوراخوں کے درمیان ایک بہت ہی مدھم سی لکیر نظر آئی، جیسے کسی نے پینسل سے نشان لگایا ہو۔ یہ لکیر ایک راستہ دکھا رہی تھی۔

"یہ ایک مائیکرو نقشہ ہے۔ " عالیہ نے کہا۔ "اس میں کوئی جگہ چھپی ہوئی ہے۔ " کڈز جاسوسی کلب نے فیصلہ کیا کہ وہ اب مسٹر ریاض

سے نرمی سے نہیں، بلکہ سختی سے بات کریں گے۔ جب وہ دوبارہ مسٹر ریاض کے گھر پہنچے تو بوڑھا کیئر ٹیکر باغ میں افسردہ بیٹھا تھا۔ کڈز جاسوسی کلب نے بوڑھے کیئر ٹیکر کو سب کچھ بتایا اور انہیں یہ بھی بتایا کہ ہم نے آپ کو کل رات واٹر ٹاور کے پاس دیکھا ہے اور وہ نقشہ کی اصلیت بھی بتائی۔ بوڑھے کیئر ٹیکر جس کس نام ریاض تھا نے پوری تفصیل بتائی۔ زین نے کوئی وقت ضائع کیے بغیر پوچھا، "مسٹر ریاض، وہ نمبرز:**725-910-648**۔ وہ آپ کے بیٹے کی سالگرہ کی تاریخیں ہیں، ہے نا؟ " مسٹر ریاض کا رنگ اڑ گیا۔ وہ کانپنے لگے۔

"جی بالکل؟"

"یہ بتاؤ انکل کہ آپ کو کس نے بلیک میل کیا۔ " زین نے مسٹر ریاض سے پوچھا۔

"نجم نامی ایک شخص ہے جو سٹی ویو پروجیکٹس کے لئے کام کرتا ہے۔" مسٹر ریاض نے جواب دیا۔

"تو کیا اس نے آپ کو دھمکی دی تھی کہ اگر آپ نے تہہ خانے کا کبڈ کھول کر دستاویزات ضائع نہ کیں، تو وہ آپ کو چوری کے جھوٹے کیس میں پھنسا دے گا اور آپ کی ساری ریٹائرمنٹ کے پیسے ضبط کروا دے گا۔ " زین نے کہا۔

مسٹر ریاض کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔، "ہاں! میں بے بس تھا۔ میں صرف ٹرافیوں کو لے آیا تاکہ سب کا دھیان ٹرافیوں پر رہے۔ وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ وہ میرے پاس ہی رہیں گے جب تک کہ میں ان دستاویزات کو ضائع کر کے یہ کام ختم نہیں کر لیتا۔ " مسٹر ریاض نے وہ جگہ بتانے سے انکار کر دیا جہاں ٹرافیاں چھپی تھیں۔ لیکن اس نے ایک اور بڑا راز بتایا کہ نجم نے اس سے کہا تھا کہ وہ ٹرافیاں ایک جگہ پر واپس لے کر آئے گا، اور اس کا خفیہ کوڈ ہے ۔ ہماری اگلی ملاقات بادشاہ کے سائے میں ہو گی۔ " مسٹر ریاض کے انکشاف نے کڈز جاسوسی کلب کو ایک نیا، سسپنس سے بھرا کوڈ دے دیا تھا، "ہماری اگلی ملاقات بادشاہ کے سائے میں ہو گی۔ " یہ کوڈ سن کر، زین کے دماغ میں ایک نقشہ گھوم گیا۔ "بادشاہ کا سایہ۔۔۔۔ یہ کوئی خفیہ نام لگتا ہے۔ شہر میں بادشاہ یا ملکہ سے متعلق کوئی مشہور چیز؟ " عالیہ نے فوراً اپنے لیپ ٹاپ پر علاقے کے نقشے اور مقامی نشانات کی تصاویر دیکھنا شروع کر دیں۔ بلال بے چینی سے کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔ "مل گیا! شہر کے مرکزی شاہین پارک میں، ایک بہت بڑا، سیاہ رنگ کا شطرنج کے بادشاہ کا مجسمہ نصب ہے۔ لوگ اسے پیار سے

بادشاہ کا سایہ کہتے ہیں کیونکہ یہ دوپہر میں ایک لمبا سایہ ڈالتا ہے۔ یہ مجسمہ پارک کے ایک ویران کونے میں ہے۔" عالیہ نے ساری بات بتائی۔ "نجم یہ نہیں جانتا کہ ہم اس کے کوڈ کو سمجھ چکے ہیں۔ وہ ضرور وہیں ٹرافیاں لے کر اپنے باس سے ملنے جائے گا۔ یہ ہمارا آخری موقع ہے۔ بلال، تم نجم کا پیچھا کرو گے اور دیکھو گے کہ اس نے ٹرافیاں کہاں چھپا رکھی ہیں۔ عالیہ، تم ریکارڈنگ ڈیوائس لے کر مجسمے کے قریب کہیں چھپو گی۔ اور میں، میں دونوں اطراف کی صورتحال پر نظر رکھوں گا۔ "

شام ہوتے ہی، کڈز جاسوسی کلب نے شاہین پارک کی طرف رُخ کیا۔ پارک کا وہ حصہ شام کے بعد تقریباً سنسان ہو جاتا تھا۔ شطرنج کے بادشاہ کا مجسمہ تاریکی میں ایک دیو قامت فوجی کی طرح کھڑا تھا۔ کڈ زجاسوسی کلب نے مجسمے سے تقریباً پچاس فٹ دور جھاڑیوں میں اپنے آپ کو چھپا لیا۔ یہ سردیوں کے شروع کی شام تھی، اس لیے فضا میں ایک ہلکی سی ٹھنڈک تھی۔وقت 7 بجے کا تھا، جب پارکنگ کی طرف سے ایک سیاہ، چمکیلی گاڑی نمودار ہوئی۔ گاڑی مجسمے کے قریب آکر رُکی۔ گاڑی سے دو لوگ باہر نکلے۔ پہلا آدمی وہی تھا جسے مسٹر ریاض نے نجم بتایا تھا۔ وہ ایک لمبا، پتلا آدمی تھا جو بہت زیادہ خود اعتماد لگ رہا تھا۔ دوسرا شخص ایک بوڑھا، موٹے جسم والا آدمی تھا

جس نے مہنگا، گہرا سوٹ پہن رکھا تھا۔ یہ یقیناً سٹی ویو پروجیکٹس کا چیئرمین اور مالک تھا۔ نجم نے اپنے باس کو سلیوٹ کیا اور کہا۔ "سر، کام ہو گیا۔ میں نے مسٹر ریاض کو بلیک میل کر کے دستاویزات ضائع کروا دیں اور ٹرافیاں چرانے کا الزام ان پر ڈال دیا۔ وہ کوڈ (725-910-648) بھی ان سے نکلوا لیا۔ اب کوئی ثبوت نہیں کہ وہ زمین پرانا قبرستان ہے۔ ٹرافیاں بھی میں نے ایک محفوظ جگہ پر چھپا دی ہیں تاکہ کل صبح سب کا دھیان ان کی طرف ہی رہے۔ "
باس نے حقارت سے ہنستے ہوئے کہا، ''بہت اچھا، نجم! تم نے ہمارا کروڑوں کا منصوبہ بچا لیا۔ کل جب میں اعلان کروں گا کہ ہم نے سینٹر کے پیچھے شاپنگ مال بنا لیا، تو کوئی مجھے چیلنج نہیں کر سکے گا۔ "

نجم اور باس کی بات چیت ختم ہو گئی۔ نجم نے اپنی گاڑی نکالی اور باس کو چھوڑ کر دوسری طرف چلا گیا۔
"بلال! اس کا پیچھا کرو! وہ ٹرافیاں جہاں بھی چھپائی ہیں، وہیں جا رہا ہے۔ عالیہ، تم یہیں رہو اور ریکارڈنگ محفوظ کرو۔ " زین نے پہلے بلال سے پھری عالیہ سے کہا۔ بلال ایک ماہر شکاری کی طرح جھاڑیوں سے نکلا۔ اس نے اپنی بائیسکل نہیں نکالی بلکہ تاریکی میں

جم کی گاڑی سے محفوظ فاصلہ رکھتے ہوئے دوڑنا شروع کر دیا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ وقت فیصلہ کن تھا۔ نجم کی گاڑی پارک کی پکی سڑکوں سے نکل کر شہر کے صنعتی حصے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ سڑکیں تاریک اور ٹوٹی ہوئی تھیں۔ بلال ایک گلی سے دوسری گلی، ٹرکوں اور پرانی عمارتوں کے سائے میں چھپتا ہوا اس کا پیچھا کر رہا تھا۔کافی دیر بعد، نجم ایک ویران، بدبودار سڑک پر رُکا جہاں ایک پرانا، متروک گیس سٹیشن کھڑا تھا۔ سٹیشن کے تمام شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اور پینٹ اکھڑا ہوا تھا۔نجم کی گاڑی سٹیشن کے پچھلے حصے میں گئی۔ بلال نے ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کے پیچھے سے جھانک کر دیکھا۔سٹیشن کے پیچھے، ایک کھلا میدان تھا جہاں ایک بڑا، فولادی شپنگ کنٹینر رکھا تھا۔ کنٹینر زنگ آلود تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے بہت عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا۔نجم گاڑی سے اترا، اپنی جیب سے ایک چابی نکالی اور کنٹینر کا تالا کھولا۔ بلال نے اپنے آپ کو مزید دیوار سے چپکا لیا۔نجم اندر داخل ہو گیا۔ کنٹینر کے اندر کی تاریکی میں کوئی چیز ہلکی سی چمک رہی تھی۔ چند سیکنڈ بعد، نجم ہاتھ میں ایک چھوٹا، پرانا ٹول باکس پکڑے باہر نکلا۔ ٹول باکس میں سے ٹرافیوں کے دھندلے سائے جھلک رہے تھے۔ نجم نے ٹول باکس کو تالا لگایا اور کنٹینر کے اندر، ایک محفوظ جگہ پر

رکھ دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ نکلتا، اس نے اپنے فون پر کسی سے بات کرنا شروع کر دی۔ ''میں ٹرافیاں چھپانے والی جگہ بدل رہا ہوں۔ باس کا فون آیا ہے۔ یہ جگہ محفوظ نہیں رہی۔ میں اسے اولڈ سٹار گودام میں منتقل کروں گا۔"

نجم کو شک ہو گیا تھا کہ وہ ٹرافیاں ایک نئے خفیہ ٹھکانے اولڈ سٹار میں منتقل کرنے والا تھا۔ کڈز جاسوسی کلب کے پاس بہت کم وقت تھا۔ بلال کو فوراً زین اور عالیہ کو اس نئے سراغ سے آگاہ کرنا تھا۔ رات بہت گہری ہو چکی تھی۔ بلال، گیس سٹیشن کی ٹوٹی دیوار کے پیچھے سے، نجم کے اولڈ سٹار گودام کا ذکر سن کر فوراً واپس اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف بھاگا۔ اس کے پیروں میں تھکن تھی، لیکن اس کے دماغ میں سسپنس کی بجلی کوند رہی تھی۔ جب وہ زین اور عالیہ کے پاس پہنچا تو وہ دونوں بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ عالیہ نے کامیابی سے نجم اور باس کی ساری گفتگو ریکارڈ کر لی تھی، جس سے ڈویلپر کی سازش کی تصدیق ہو گئی تھی۔

"نجم کو شک ہو گیا ہے۔" بلال نے ہانپتے ہوئے کہا، "اس نے ٹرافیاں ایک پرانے کنٹینر میں چھپا رکھی تھیں، لیکن وہ انہیں ایک نئی جگہ منتقل کر رہا ہے۔ اس نے کہا، اولڈ سٹار۔ "

یہ کوڈ سن کر عالیہ نے فوراً اپنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر کام شروع کر دیا۔
"اولڈ سٹار۔۔۔۔ یہ کوئی عام نام نہیں لگتا۔ یہ کوئی مقامی کاروبار یا کمپنی کا پرانا نام ہو سکتا ہے۔" عالیہ نے نجم کی ریکارڈنگ کو دوبارہ سنا اور اس کی آواز کے پس منظر سے آنے والی باریک آوازوں پر توجہ مرکوز کی۔ ''مجھے کچھ ملا!'' عالیہ نے کہا۔ ''جب نجم نے یہ نام لیا، تو اس وقت وہاں سے گزرنے والے ایک پرانے ٹرک کے ہارن کی مدھم آواز آ رہی تھی، اور ہارن کے ساتھ ایک ریڈیو کمرشل کی جھلک بھی تھی۔"

عالیہ نے اس کمرشل کی جھلک کو فلٹر کیا اور آواز کو صاف کیا۔ اس میں ایک مقامی ڈیلیوری کمپنی کا پرانا اشتہار تھا:"یونائیٹڈ سٹار ڈیلیوری سروس، آپ کے لیے ہمیشہ موجود۔"
"یونائیٹڈ سٹار! تم ٹھیک کہہ رہی ہو، عالیہ۔ اب وہ صرف سٹار ڈیلیوری کہلاتے ہیں۔ لیکن وہ اولڈ سٹار کا ذکر کر رہا تھا۔ "
عالیہ نے فوراً سٹار ڈیلیوری کمپنی کے پرانے اور موجودہ پتے چیک کیے۔
"آہا! یونائیٹڈ سٹار کا اصل اور سب سے پرانا گودام شہر کے جنوب مشرقی صنعتی علاقے میں ہے۔ یہ گودام کم از کم دس سال سے بند ہے لیکن اس کی ملکیت اب بھی سٹار کمپنی کے پاس ہے۔ مقامی طور پر

اسے اولڈ سٹار گودام کہا جاتا ہے۔"

"تو ٹرافیاں شہر کے ایک پرانے اور متروک گودام میں جانے والی ہیں۔" بلال نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا، "ہمیں فوراً وہاں پہنچنا ہوگا۔ نجم کسی بھی وقت انہیں منتقل کر سکتا ہے۔"

کڈز جاسوسی کلب نے فوراً ایکشن لیا۔ عالیہ نے گودام کی سیٹلائٹ تصاویر نکالی۔ گودام کے چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں اور ایک بڑا مرکزی گیٹ۔ تاہم، پچھلے حصے میں، ایک جگہ دیوار ٹوٹی ہوئی تھی جہاں سے پرانے ٹرکوں کی آمد و رفت ہوتی تھی۔

"ہم گودام کے پیچھے کے ٹوٹی ہوئی دیوار والے حصے سے داخل ہوں گے۔ یہ جگہ دن بھر ویران رہتی ہے۔ ہم آدھی رات کے قریب داخل ہوں گے جب سیکیورٹی کم سے کم ہو۔ بلال، تم اندر کی سیکیورٹی کو چیک کرو گے۔ عالیہ، تم باہر سے کسی بھی خطرے کے سگنل پر نظر رکھو گی۔"

اگلے دن، کڈز جاسوسی کلب نے اپنے مشن کے لیے ضروری سازو سامان تیار کیا۔ بلال نے ایک چھوٹی تار کاٹنے والی کینچی (اگر تالہ توڑنا پڑا)، ایک مضبوط رسّی، اور ایک چھوٹی الٹرا وائلٹ ٹارچ، تاکہ اگر کوئی خفیہ نشان ہو تو وہ دکھائی دے۔

عالیہ نے اپنی بہترین ریکارڈنگ ڈیوائس، ڈرون، اور ایک وائرلیس سگنل جیمر (بلاک کرنے والا) تاکہ اگر نجم کے لوگ فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کریں تو وہ سگنل کو عارضی طور پر جام کر سکے۔ زین نے ایک کیمرہ، جس میں رات کے وقت دیکھنے کی صلاحیت ہو اور ایک بڑا بیگ تاکہ وہ چھ ٹرافیاں واپس لا سکے۔ زین نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھا، "یاد رکھنا، یہ چور مسٹر ریاض کی طرح نہیں ہیں۔ نجم ایک بلیک میلر ہے اور ڈویلپر بہت طاقتور ہے۔ یہ شاید ہمارا سب سے خطرناک کیس ہے۔ ہمیں بہت محتاط رہنا ہو گا۔"

رات کا کھانا کھانے کے بعد، جب شہر سو رہا تھا، کڈز جاسوسی کلب اپنی بائیسکلوں پر سوار ہو کر، لمبے اور تاریک صنعتی راستوں سے ہوتے ہوئے اولڈ سٹار گودام کی طرف بڑھ گیا۔گودام کے قریب پہنچتے ہی فضا میں بدبو اور خاموشی کا راج تھا۔ اونچی، کنکریٹ کی دیواریں رات کی تاریکی میں مزید خوفناک لگ رہی تھیں۔دیواروں پر جگہ جگہ شیشے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اور خاردار تاریں لگی تھیں۔ پچھلے حصے میں، جہاں ٹوٹی ہوئی دیوار تھی، وہاں صرف مٹی اور پرانے ٹائروں کے نشانات تھے۔ بلال نے رسّی کا

ایک مضبوط گانٹھ لگایا اور دیوار پر چڑھ کر، رسّی کو نیچے لٹکایا۔ بلال سب سے پہلے گودام کے اندر داخل ہوا۔ اندر کی خاموشی چیخ رہی تھی۔ ہوا میں مٹی، دھات اور سڑی ہوئی نمی کی بو تھی۔

"میں اندر جا رہا ہوں۔ یہاں بہت سے کریٹ اور اندھیرے کونے ہیں۔ میں ٹول باکس تلاش کرتا ہوں۔ " بلال نے سرگوشی سے کہا۔

بلال، ایک بلیک شیڈو کی طرح، گودام کے اندرونی حصہ کی طرف بڑھا، جہاں بڑی بڑی مشینوں اور کریٹوں کے سائے خوفناک شکلیں بنا رہے تھے۔ اس کے دماغ میں صرف ایک چیز تھی: چھ ٹرافیاں۔ اولڈ سٹار گودام کے اندرونی حصہ میں، تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ صرف عالیہ کی دور سے آتی ہوئی ٹارچ کی مدھم روشنی ہی بلال کو راستہ دکھا رہی تھی۔ گودام کا ماحول نہایت خوفناک تھا۔ بڑی بڑی، خاموش مشینیں، ٹوٹی ہوئی کرینیں اور ہر طرف لکڑی کے کریٹوں کے ڈھیر کھڑے تھے۔ ہوا میں دھول اور پرانی چکنائی کی تیز بو تھی۔ بلال خاموشی سے، ایک سایہ بن کر، کریٹوں اور ڈھیروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سیکیورٹی سنسر پکڑا ہوا تھا جو دھات کی موجودگی کا اشارہ دے سکے۔ پانچ منٹ کی سخت کوشش کے بعد، سنسر نے ایک مضبوط سگنل دیا۔ بلال

نے آہستہ سے ٹارچ کو سگنل کی سمت موڑا۔گودام کے وسط میں، پرانے، پیلے رنگ کے لکڑی کے بڑے کریٹوں کا ایک چھوٹا سا ٹاور بنا ہوا تھا۔ ٹاور کے سب سے اوپر والے کریٹ پر، وہی پرانا، زنگ آلود ٹول باکس رکھا تھا جس میں ٹرافیاں چھپی ہوئی تھیں۔

"مل گئیں۔ " بلال نے تقریباً سانس روکے ہوئے سرگوشی کی۔ اس نے فوراً اپنی جیب سے ایک چھوٹا ریڈیو ٹرانسمیٹر نکالا اور زین کو پیغام بھیجا: "زین، ٹرافیاں نظر آ رہی ہیں۔ ٹول باکس لکڑی کے کریٹوں پر ہے۔"

ٹرانسمیٹر پر پیغام ملتے ہی، زین اور عالیہ فوری طور پر رسّی کی مدد سے گودام کے اندر داخل ہو گئے۔ دونوں نے تیزی سے بلال کی طرف دوڑ لگائی، جو اب کریٹوں پر چڑھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ "میں سب سے اوپر جاتا ہوں۔ " بلال نے سرگوشی کی، "زین، تم نیچے دیکھو کہ کہیں کوئی اور نشان یا سراغ تو نہیں ہے۔ " بلال بڑی احتیاط سے کریٹوں پر چڑھنا شروع کیا۔ ہر کریٹ کی لکڑی چِرچِرا رہی تھی، جس سے اندھیرے میں گونج پیدا ہو رہی تھی۔

زین نے نیچے کی طرف دیکھا۔ کریٹوں کے آس پاس فرش پر عجیب طرح کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے بہت سارے پرانے ردی کاغذوں کو مٹی کے اندر دبا دیا ہو۔ زین نے ایک کاغذ کا کونا نکالا۔ یہ دراصل ڈویلپر کے منصوبوں کی پرانی، مسترد شدہ ڈرائنگ تھی۔ نجم یہاں صرف ٹرافیاں نہیں چھپا رہا تھا، بلکہ وہ اپنے باس کی پرانی ناکامیوں کے ثبوت بھی چھپا رہا تھا۔

بلال آخرکار ٹول باکس تک پہنچ گیا۔ ٹول باکس پر بھی وہی زنگ آلود تالا لگا تھا۔ بلال نے فوراً اپنے پاس موجود ٹارچ کی مدد سے تالے کا معائنہ کیا، لیکن یہ تالا کھولنے والا نہیں تھا۔

"یہ تالا عجیب ہے۔ " بلال نے سرگوشی کی۔

زین نے مشورہ دیا، "بلال، جلدی کرو! بس باکس کو اٹھاؤ اور تالا توڑنے کے لیے باہر نکالو۔"

بلال نے جلدی سے ٹول باکس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جیسے ہی اس ے ٹول باکس کو کریٹ سے اٹھایا، گودام کے اندر ایک خوفناک، چیختی ہوئی سائرن کی آواز گونج اٹھی۔

یہ کوئی عام الارم نہیں تھا، یہ اتنا تیز تھا کہ کانوں میں درد ہونے لگا۔ نجم نے ٹرافیوں کے ساتھ ٹول باکس کو ایک پریشر پلیٹ والے

الارم سے جوڑ رکھا تھا۔ جیسے ہی اس کا وزن ہٹا، جال بچھ گیا۔
"ہم پکڑے گئے۔ " عالیہ چیخی، اس نے تیزی سے اپنے سگنل جیمر کو آن کرنے کی کوشش کی، لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔
دور اندھیرے سے بھاری جوتوں کی آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ گودام کے داخلی دروازے کی طرف سے یکدم روشنی کی ایک تیز شعاع آئی۔ تین بڑے، قد آور سیکیورٹی گارڈز دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ ان کے درمیان کھڑا تھا نجم، جس کے چہرے پر ایک فاتحانہ۔۔۔۔ مکارنہ مسکراہٹ تھی۔

"بہت خوب، چھوٹے جاسوسو۔ " نجم نے طنز کیا، جس کی آواز سائرن کے شور میں بھی سنائی دے رہی تھی۔ "مجھے پتہ تھا کہ تم لوگ آؤ گے۔ میں نے اس ڈبے میں ایک ٹائمر لگا دیا تھا۔تم لوگوں نے نہ صرف ٹرافیاں چوری کرنے کی کوشش کی، بلکہ میرے باس کی ذاتی پراپرٹی میں بھی غیر قانونی طور پر داخل ہوئے۔ "
گارڈز نے تیزی سے زین، عالیہ اور بلال کو گھیر لیا۔ بلال نے ٹول باکس کو چھڑانے کی کوشش کی، لیکن گارڈ نے اسے پکڑ کر ایک جھٹکے سے نیچے اتار دیا۔ ٹول باکس فرش پر گر گیا اور اس میں سے ٹرافیاں

نکل کر زمین پر بکھر گئیں۔ زین، عالیہ اور بلال، بے بسی کی حالت میں، سیکیورٹی گارڈز کے سخت ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ٹرافیاں تو تھیں، لیکن وہ خود ڈویلپر کے بلیک میلر کے قبضے میں تھے۔ ان کا منصوبہ مکمل طور پر ناکام ہو چکا تھا۔ نجم نے کامیابی سے کڈز جاسوسی کلب کو جال میں پھنسا لیا تھا۔ کیا کوئی انہیں بچانے آئے گا؟ یا نجم انہیں پولیس کے حوالے کر دے گا اور خود کو بے قصور ثابت کر لے گا، جبکہ ساری سازش کا راز ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا؟ گودام کے سائرن کی آواز اب تھم چکی تھی لیکن اندر کا ماحول اب بھی شدید تناؤ سے بھرا ہوا تھا۔ نجم، جس کے چہرے پر غرور اور غصے کا عجیب امتزاج تھا، تینوں بچوں کے سامنے کھڑا تھا۔ سیکیورٹی گارڈز نے انہیں مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ بکھری ہوئی ٹرافیاں ٹھنڈے، گندے فرش پر پڑی تھیں۔

"بہت بڑی غلطی کر دی، چھوٹے جاسوسو!" نجم کی آواز گودام میں گونج رہی تھی۔ "تم نے سوچا کہ تم مجھے بے وقوف بنا سکتے ہو؟ میں اب تمہیں پولیس کے حوالے کروں گا۔ اور کیا ہو گا؟ تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ میں نے کیا کیا، بلکہ تم پر ٹرافیاں چرانے کی کوشش کا الزام لگے گا اور مسٹر ریاض بھی پکڑے جائیں گے۔"

نجم نے مسکراتے ہوئے اپنے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ زین نے محسوس کیا کہ ان کے پاس اب لڑنے کا کوئی جسمانی راستہ نہیں ہے، لیکن ان کے پاس ایک ایسا ہتھیار تھا جو نجم کی سازش کو تباہ کر سکتا تھا۔زین نے گارڈز کی گرفت میں رہتے ہوئے، پر سکون، ٹھنڈی اور غیر متوقع آواز میں بات کی: "رک جاؤ، مسٹر نجم! فون کرنے سے پہلے، آپ کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ آپ کا آخری فون کال ہو سکتا ہے۔ " نجم حیران رہ گیا۔ "بکواس بند کرو! تم کیا کر سکتے ہو؟ " "ہم یہ کر سکتے ہیں۔ " زین نے کہا اور عالیہ کو اشارہ کیا۔ عالیہ، جو گرفت میں ہونے کے باوجود اپنے اسمارٹ واچ نما ڈیوائس پر کام کر رہی تھی، نے ایک چھوٹا سا بٹن دبایا۔ اچانک، ایک بہت ہی صاف، ریکارڈ شدہ آواز گودام میں گونجنے لگی۔ یہ نجم کی آواز تھی۔ نجم کی آواز: "سر، کام ہو گیا۔ میں نے مسٹر ریاض کو بلیک میل کر کے دستاویزات ضائع کروا دیں اور ٹرافیاں چرانے کا الزام ان پر ڈال دیا۔"

باس کی آواز: "بہت اچھا نجم! تم نے ہمارا کروڑوں کا منصوبہ بچا لیا۔" نجم کا چہرہ فوراً پیلا پڑ گیا۔ اس نے اپنے اردگرد دیکھا۔ سیکیورٹی گارڈز

بھی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ بچے چور ہیں۔

"یہ۔۔۔۔ یہ جھوٹ ہے۔ یہ جعلی ریکارڈنگ ہے۔ " نجم ہکلایا۔

"یہ جعلی نہیں ہے۔ " عالیہ نے مضبوطی سے کہا۔ "یہ کل شام بادشاہ کے سائے کے نیچے کی ریکارڈنگ ہے۔ اور میرے پاس اس کی لائیو کاپی ہے جو ایک ایسے شخص کو جا چکی ہے جو ہماری حفاظت کرتا ہے اور جو بہت تیزی سے میڈیا میں یہ خبر پھیلا سکتا ہے۔ " بلال نے کہا، "اگر آپ نے ہمیں پولیس کے حوالے کیا تو وہ ریکارڈنگ بھی پولیس کے پاس جائے گی۔ آپ کا باس بھی پکڑا جائے گا اور آپ کا سارا منصوبہ تباہ ہو جائے گا۔ آپ کو پتہ ہے کہ ہم نے سچ کہا ہے اور آپ کے باس کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ ریکارڈنگ اصلی ہے۔" نجم کو پسینہ آ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ان بچوں کو حقیر سمجھنے کی غلطی کر چکا ہے۔ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا کہ ٹرافیاں کہاں ہیں، لیکن ان کے پاس ایک ایسا ثبوت تھا جو کروڑوں کی سازش کو بے نقاب کر سکتا تھا۔نجم نے اپنے گارڈز کو اشارہ کیا کہ بچوں کی گرفت ڈھیلی کر دیں۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ تم لوگ کیا

چاہتے ہو؟ " نجم نے ہار مانتے ہوئے کہا۔
زین، جو اب صورتحال پر مکمل کنٹرول کر چکا تھا، نے نجم کی آنکھوں میں دیکھا اور اپنی شرائط پیش کیں:
"آپ وہ ساری پرانی تعمیراتی فائلیں، جو آپ نے تہہ خانے سے نکال کر ضائع کرنے کی کوشش کی، انہیں فوراً ہمیں واپس کریں گے۔ وہ کمیونٹی کی ملکیت ہیں۔"
"آپ یہ چھ ٹرافیاں فوراً کمیونٹی سینٹر کے حوالے کریں گے اور مسٹر سلیم کو بتائیں گے کہ آپ نے ہی انہیں یہاں چھپایا تھا۔ "
"آپ مسٹر ریاض کے پاس جا کر ان سے ان کی بلیک میلنگ کے لیے معافی مانگیں گے اور ان کی ریٹائرمنٹ کے تمام فوائد کی بحالی کو یقینی بنائیں گے۔"
"اس کے بدلے میں، ہم یہ ریکارڈنگ کسی کو نہیں دیں گے۔۔۔۔ بشرطیکہ آپ کا باس دوبارہ کبھی بھی کمیونٹی سینٹر کی زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ " نجم نے تھوڑی دیر سوچا۔ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ اپنے باس کے لیے زمین حاصل کرنے کی کوشش میں، اس نے اپنی نوکری اور آزادی دونوں داؤ پر لگا دی تھی۔
"میں مانتا ہوں۔ " نجم نے تلخی سے کہا، "میں ٹرافیاں اور دستاویزات

واپس کر دوں گا۔ اور مسٹر ریاض سے بھی معافی مانگوں گا۔ "
سودے بازی مکمل ہوئی۔ نجم نے بچوں کو فوراً رہا کر دیا اور انہیں
گودام سے بحفاظت باہر نکلنے دیا۔ نکلتے ہوئے، زین نے دیکھا
کہ نجم نے لکڑی کے کریٹوں کے ڈھیر سے تباہ شدہ دستاویزات کے
ایک پیکٹ کو نکالا، جو اس نے بچا لیا تھا۔
کڈز جاسوسی کلب نے ٹرافیاں اور دستاویزات دونوں لے کر
گودام سے باہر آیا۔ باہر کی سرد ہوا ان کے چہروں پر سکون کا احساس
دلا رہی تھی۔ وہ جیت چکے تھے، لیکن یہ جیت جسمانی طاقت سے نہیں،
بلکہ ذہانت اور دلیری کی وجہ سے تھی۔ ٹرافیاں اور دستاویزات واپس
آ چکی تھیں، لیکن کیا نجم اور اس کا طاقتور باس اپنا وعدہ نبھائیں گے؟
اور کیا مسٹر ریاض کی عزت واپس آ پائے گی؟

اگلی صبح، کمیونٹی سینٹر کے ہال میں پہلے سے کہیں زیادہ چہل پہل تھی
لیکن یہ چہل پہل خوف اور الجھن کی نہیں، بلکہ ایک پراسرار توقع کی تھی۔
زین، عالیہ اور بلال نے رات بھر کی تھکن کے باوجود ٹرافیاں اور
تباہ شدہ دستاویزات مسٹر سلیم کے حوالے کر دی تھیں۔ مسٹر سلیم ابھی
بھی حیران تھے کہ یہ سب کیسے ہوا۔ زین نے انہیں مختصراً بتایا کہ

ٹرافیاں ایک گودام میں چھپی تھیں اور یہ سب ایک رئیل اسٹیٹ ڈویلپر کی سازش تھی۔ اسی وقت، نجم سینٹر کے مرکزی دروازے سے داخل ہوا، اس کے پیچھے ایک اداس نظر آنے والا مسٹر ریاض بھی تھا۔ نجم کا سوٹ بے ترتیب تھا اور اس کے چہرے پر تھکن اور شکست صاف نظر آ رہی تھی۔ یہ کوئی فاتح نہیں، بلکہ ایک مجبور آدمی تھا۔نجم سیدھا مسٹر ریاض کے پاس گیا۔ یہ منظر ہال میں موجود سب کے لیے بہت اہم تھا۔ نجم نے اپنے گلے میں پھنسی ہوئی آواز میں کہا، "مسٹر ریاض۔۔۔۔ میں شرمندہ ہوں۔ میں نے آپ کی ناراضگی کا فائدہ اٹھایا۔ میں نے آپ کو بلیک میل کیا اور یہ جھوٹا الزام آپ پر ڈالنے کی سازش کی۔ میں کمیونٹی سینٹر اور آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ "

مسٹر ریاض کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ ان کی عزت کی بحالی کا لمحہ تھا۔ مسٹر سلیم، جو پوری صورتحال کو سمجھ چکے تھے نے فوراً ہال میں موجود تمام ممبران اور میڈیا کو مخاطب کیا جو وہاں کسی بڑے اعلان کے لیے موجود تھے۔
"آج، ہمیں نہ صرف ہماری قیمتی ٹرافیاں واپس ملی ہیں، بلکہ ہمیں ایک بہت بڑا راز بھی معلوم ہوا ہے۔ "

مسٹر سلیم نے تباہ شدہ دستاویزات کے ٹکڑوں کو دکھایا،"ان کاغذات کو مٹا کر سٹی ویو پروجیکٹس نے کمیونٹی سینٹر کی زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، جو ایک پرانے قبرستان کی زمین تھی اور تعمیر کے لیے محفوظ تھی۔ کڈز جاسوسی کلب نے نہ صرف ٹرافیاں واپس دلائیں بلکہ ہماری زمین کا تحفظ بھی کیا۔ "

مسٹر سلیم نے مسٹر ریاض کو آگے بڑھایا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا،"مسٹر ریاض سینٹر کے ہیرو ہیں۔ ان کی محنت دہائیوں پر محیط ہے۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں، ہم انہیں سینٹر کے اعزازی کیئر ٹیکر کا عہدہ دے رہے ہیں۔ "

ہال تالیوں کی گونج سے بھر گیا۔ مسٹر ریاض کی آنکھوں میں اب خوشی کے آنسو تھے۔ کڈز جاسوسی کلب نے انصاف اور ایمانداری دونوں کو جیت لیا تھا۔ بعد ازاں، کمیونٹی سینٹر نے سٹی ویو پروجیکٹس کے خلاف قانونی کارروائی شروع کی، جس کی بنیاد پر وہ تباہ شدہ دستاویزات کے ٹکڑے تھے جو عالیہ نے اسکین کیے تھے اور نجم نے واپس کیے تھے۔ میڈیا میں خبریں پھیلنے کے بعد، ڈویلپر کا منصوبہ

ختم ہو گیا اور انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔کڈز جاسوسی کلب اپنے خفیہ ہیڈکوارٹر میں واپس آیا۔ انہوں نے میز پر چھوٹی سی ٹرافی رکھی، جو ایک کامیاب کیس کی علامت تھی۔

"ہم نے ایک بڑے ڈویلپر کو شکست دی اور ایک بے گناہ آدمی کی عزت واپس دلائی۔ یہ ہمارا سب سے بڑا کیس تھا۔" بلال نے کہا۔

"ہمیں اس بات کا سکون ہے کہ ہم نے صحیح کام کیا اور نجم کو بھی تھوڑا سا سبق سکھایا۔ " عالیہ نے کہا۔ زین مسکرایا۔ اس کا چہرہ مطمئن تھا۔ جیسے ہی وہ لوگ جشن منا رہے تھے، عالیہ کے لیپ ٹاپ پر ایک غیر متوقع خفیہ پیغام پاپ اپ ہوا۔ یہ کسی ایسے آئی پی ایڈریس سے آیا تھا جو بین الاقوامی سطح پر ٹریس ہو رہا تھا۔ پیغام صرف تین جملوں پر مشتمل تھا، اور اس کا فونٹ بہت خوفناک تھا۔ خفیہ پیغام تھا:

"آپ لوگوں نے ایک اچھا کھیل کھیلا۔ لیکن یاد رکھیں، ڈویلپر کا باس اکیلا کام نہیں کرتا۔ آپ نے صرف ایک پیادہ ہٹایا ہے۔ یہ زمین بہت قیمتی ہے۔ تیار رہنا، جاسوسو۔ تمہارا اگلا کیس بہت بڑا ہو گا۔ "

زین، عالیہ اور بلال نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں

نہ خوف تھا اور نہ گھبراہٹ، بلکہ ایک نئی اور شدید جاسوسی کا جوش تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ سازش کی جڑیں گہری تھیں۔ ان کا اگلا کیس ایک بین الاقوامی کھیل ہو سکتا تھا۔ کڈز جاسوسی کلب ایک نئے، بڑے اور پراسرار خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھا۔

اچھے لوگوں کی مثال اس موم بتی کی مانند ہے جو خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو روشنی مہیا کرتی ہے!

دھوئیں کا محل

تنویر احمد

ہوا میں پھیلے دھویں کی بو نے اسے جگا دیا۔ عمران آنکھیں کھول کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا، لیکن باہر سے جلتے ہوئے کوئلوں کی سرخی مائل روشنی کمرے کی دیواروں پر عجیب سائے بنا رہی تھی۔ وہ اپنے چچازاد بھائی، زاہد کے گھر میں تھا، جو کہ "مہر گڑھ" نامی ایک ایسے گاؤں میں رہتا تھا جس کے بارے میں عمران نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

زاہد کا خط اسے اچانک ملا تھا، جس میں لکھا تھا: "عمران، تمہیں فوراً یہاں آنا ہے۔ میں نے ایسی چیز دریافت کر لی ہے جو ہمارے خاندان کے اسرار کھول سکتی ہے۔ تمہارا علم اور تجسس اس میں میری مدد کر سکتا ہے۔ لیکن جلدی کرو، وقت کم ہے۔"

عمران، جو کہ ایک نوجوان تاریخ دان اور ماہر آثار قدیمہ تھا، اس تجسس کو نظر انداز نہ کر سکا۔ خاندان کے بارے میں اسے صرف یہی معلوم تھا کہ اس کے دادا اس گاؤں سے ہجرت کر کے شہر چلے گئے تھے اور کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ دادا کی موت کے وقت ان کی آخری بات تھی: "دھویں سے بچو..."

گاؤں تک کا سفر ہی عجیب تھا۔ بس نے اسے ایک بڑے قصبے تک چھوڑا، جہاں سے اسے ایک پرانی جیپ میں ایک بوڑھے ڈرائیور کے ساتھ سوار ہونا پڑا۔ راستہ جنگل سے ہو کر گزرتا تھا۔ ڈرائیور چپ چاپ گاڑی چلاتا رہا، لیکن جب عمران نے "مہر گڑھ" کا نام لیا، تو وہ اچانک رک گیا۔

"تم وہاں کیوں جا رہے ہو، بچے؟" ڈرائیور کی آواز میں خوف تھا۔

"اپنے رشتہ دار سے ملنے۔"

ڈرائیور نے سر ہلایا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی۔ "مہر گڑھ کو لوگ 'دھویں کا گاؤں' بھی کہتے ہیں۔ رات کو باہر مت نکلنا۔ خاص طور پر جب دھواں زمین پر رینگتا ہوا محسوس ہو۔"

عمران نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی، بس ڈرائیور کی پرہیز گاری سمجھی۔ لیکن اب، اس رات، جب وہ زاہد کے گھر میں تھا اور دھویں کی بو اس کے حلق میں اتر رہی تھی، تو وہ ڈرائیور کی بات یاد کر کے کانپ گیا۔

وہ اٹھا اور کھڑکی کے پاس گیا۔ باہر گاؤں سوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ لیکن دور، گاؤں کے کنارے پر، اس نے دیکھا کہ کچھ گہرے دھوئیں کے بادل زمین سے اٹھ رہے تھے، لیکن ہوا کے بغیر، وہ دھواں ایک خاص شکل میں، تقریباً انسان نما، حرکت کر رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں ملئیں، لیکن دھواں غائب ہو چکا تھا۔

صبح ہوئی تو عمران نے زاہد سے رات کے دھویں کے بارے میں پوچھا۔ زاہد کا چہرہ فوراً سنجیدہ ہو گیا۔ وہ ایک دبلا پتلا آدمی تھا، جس کی آنکھیں گہری تھیں اور چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔

"تم نے بھی دیکھ لیا؟" زاہد نے کہا، آواز کانپ رہی تھی۔ "وہ یہاں ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں۔"

"کون؟"

"دھوئیں کی مخلوق۔ جنات کی ایک قسم... لیکن ان سے زیادہ خوفناک۔" زاہد نے عمران کو اپنے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا، جو دراصل ایک لائبریری تھی۔ کتابوں کے ڈھیر تھے، پرانی دستاویزات بکھری پڑی تھیں۔

"ہمارے خاندان کا تعلق اس گاؤں کے بانیوں سے ہے۔ یہ گاؤں دراصل ایک قدیم آتش پرست معبد کے آثار پر بنا ہے۔ یہاں ایک آگ تھی جو صدیوں سے نہیں بجھی تھی۔ اس آگ کو 'شعلۂ ابدی' کہتے تھے۔ لیکن دو سو سال پہلے، کچھ ہوا۔ ایک حادثہ ہوا، یا شاید ایک تجربہ ناکام ہوا۔ آگ بجھ گئی، لیکن اس کی روح... اس کا دھواں... زندہ ہو گیا۔"

عمران نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "تمہارا مطلب ہے، دھواں ایک مخلوق بن گیا؟"

"نہ صرف ایک، عمران۔ درجنوں۔ شاید سینکڑوں۔ وہ آگ کے دھویں سے پیدا ہونے والی روحیں ہیں۔ ان کا کوئی ٹھوس جسم نہیں، بس دھواں ہے۔ وہ اس دھویں میں تبدیل ہو سکتے ہیں، سفر کر سکتے ہیں، اور... اور اپنے شکار کو جکڑ سکتے ہیں۔"

"شکار؟"

زاہد نے ایک پرانی ڈائری کھولی۔ اس میں ہاتھ سے لکھے گئے متن کے ساتھ عجیب علامتیں بنی ہوئی تھیں۔ "یہ ہمارے پرکھوں کی ڈائری ہے۔ وہ ان مخلوقات کو 'دھوان' کہتے تھے۔ دھوان صرف رات میں ہی فعال ہوتے ہیں۔ وہ گاؤں والوں کے سونے کے وقت ان کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی جاگ رہا ہو، تو وہ صرف دھویں کی بو محسوس کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی گہری نیند میں ہو... تو دھواں اس کے پھیپھڑوں میں داخل ہو جاتا ہے، اور اس شخص کے خوابوں پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور پھر..."

زاہد نے ڈائری کا ایک اور صفحہ کھولا۔ اس پر خون کے دھبے تھے۔ "... اور پھر وہ شخص کبھی نہیں جاگتا۔ یا پھر جاگتا ہے تو اس کی عقل جاتی رہتی ہے۔ گاؤں میں ایسے کئی لوگ ہیں جو 'نیند کے مارے' ہوئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں یہ بیماری ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ دھوان ہیں۔"

عمران کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ "اور تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟"

"کیونکہ میں نے ایک طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔" زاہد کی آنکھوں میں ایک عجیب جوش تھا۔ "ان ڈائریوں میں ایک دعا ہے، ایک رسم ہے، جس سے ان دھوان کو واپس آگ میں قید کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مجھے ایک شخص کی ضرورت ہے جو میرا ساتھ دے۔ جو تجسس رکھتا ہو، اور جو خوف کو قابو میں رکھ سکے۔ تم ہمیشہ سے بہادر رہے ہو، عمران۔ اور تمہاری تاریخ کی تعلیم... یہ رسم بہت پرانی ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو۔"

عمران سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سب بہت زیادہ تھا۔ لیکن اس کا تجسس اس کے خوف پر حاوی ہو گیا۔ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اچھا۔ مجھے بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

زاہد نے بتایا کہ رسم کے لیے انہیں پرانے معبد کے ملبے تک جانا ہو گا، جو گاؤں سے دو میل دور ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ وہاں، زیر زمین ایک تہ خانہ تھا جہاں "شعلۂ ابدی" کا مقام تھا۔ انہیں وہاں جا کر ایک مخصوص دعا پڑھنی تھی، اور ایک مقدس تیل کی مدد سے آگ جلانی تھی۔ اس آگ کا دھواں دھوان کو اپنی طرف کھینچے گا اور انہیں دوبارہ آگ میں قید کر دے گا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ رات کے وقت دھوان پورے علاقے میں پھیلے رہتے تھے۔ انہیں دن کے وقت جانا تھا، لیکن تہ خانہ اتنا گہرا تھا کہ وہاں دن میں بھی اندھیرا رہتا تھا۔

اگلے دن، عمران اور زاہد تیاری کرنے لگے۔ زاہد نے کچھ پرانی کتابیں، ایک چاندی کا پیالہ، اور ایک عجیب بو والا تیل نکالا۔ عمران نے اپنا ٹارچ، کیمرہ، اور ایک چاقو ساتھ رکھ لیا۔

دوپہر کو، جب سورج عروج پر تھا، وہ دونوں پہاڑی کی طرف چل پڑے۔ راستہ دشوار گزار تھا۔ پرانے درختوں کی جڑیں راستے میں پھیلی ہوئی تھیں، اور پرندوں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔

معبد کا ملبہ بہت وسیع تھا۔ بڑے بڑے پتھر بکھرے پڑے تھے، جن پر عجیب و غریب نقوش تھے: آگ، دھواں، اور ایسی مخلوقات جو آدھے انسان اور آدھے دھواں لگ رہی تھیں۔

زاہد نے ایک خاص جگہ پر رک کر زمین کو ٹٹولا۔ اس نے ایک بڑے پتھر کو ہٹانے کی کوشش کی۔ عمران نے اس کی مدد کی۔ پتھر ہٹتے ہی نیچے سیڑھیاں نظر آئیں، جو گہرے اندھیرے میں اتر رہی تھیں۔

سیڑھیاں کھڑی اور نم تھیں۔ ہوا میں دھویں کی بو تھی، لیکن یہ پرانی، سڑی ہوئی بو تھی۔ وہ نیچے اترتے گئے۔ ٹارچ کی روشنی میں، وہ دیکھ سکتے تھے کہ دیواریں پرانی اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں، اور ان پر بھی وہی عجیب نقوش تھے۔

نیچے اتر کر وہ ایک وسیع کمرے میں پہنچے۔ کمرے کے وسط میں ایک بڑا سا پتھر کا چبوترا تھا، جس پر ایک گڑھا تھا۔ وہی "شعلۂ ابدی" کا مقام۔

زاہد نے چاندی کا پیالہ گڑھے میں رکھا اور اس میں تیل ڈالا۔ پھر اس نے کتاب کھولی۔

"ابھی دعا نہیں پڑھنی۔" زاہد نے کہا۔ "پہلے ہمیں چاروں کونوں میں مخصوص پتھر رکھنے ہیں۔"

وہ کام میں مصروف ہو گئے۔ لیکن اچانک، عمران نے محسوس کیا کہ ہوا ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ اس نے ٹارچ گھمائی۔

دوسری طرف، دیوار کے ساتھ، دھویں کا ایک گہرا بادل جمع ہو رہا تھا۔ یہ دھواں ٹھوس لگ رہا تھا، جیسے کوئی شکل اختیار کر رہا ہو۔

"زاہد..." عمران کی آواز کانپ رہی تھی۔

زاہد نے مڑ کر دیکھا، اور اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ "اوہ نہیں... وہ یہاں ہیں۔ دن کے وقت... یہ ممکن نہیں!"

دھواں تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس میں سے دو چمکتی ہوئی سرخ نقطے نمودار ہوئے، جیسے آنکھیں۔ اور پھر ایک آواز آئی، لیکن یہ ہوا میں گونجنے والی آواز نہیں تھی، بلکہ براہ راست ان کے دماغ میں گونج رہی تھی۔

"چلے جاؤ... یہاں سے... یہ ہمارا مقام ہے..."

عمران کے پیروں نے جواب دے دیا۔ وہ پیچھے ہٹنا چاہتا تھا، لیکن اس کا جسم سن ہو گیا۔ دھویں کی مخلوق نے اب ایک واضح شکل اختیار کر لی تھی: لمبے، پتلے ہاتھ، کوئی واضح چہرہ نہیں، بس دو سرخ آنکھیں، اور پورا جسم گہرے دھویں کا بنا ہوا۔

زاہد نے اپنی کتاب اٹھائی اور کچھ الفاظ پڑھنے لگا۔ دھواں پیچھے ہٹا، لیکن صرف تھوڑا سا۔

"پرانا جادو... ہم پر کام نہیں کرے گا... ہم آزاد ہو چکے ہیں..."

"دوڑو!" زاہد نے چلایا۔

وہ دونوں سیڑھیوں کی طرف بھاگے۔ عمران نے پیچھے مڑ کر دیکھا: دھواں ان کا پیچھا کر رہا تھا، دیواروں سے ہوتا ہوا، تیزی سے پھیلتا ہوا۔

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے، عمران نے محسوس کیا کہ دھواں اس کے پاؤں کو چھو رہا ہے۔ ایک برف جیسا سرد احساس اس کی ٹانگوں میں پھیل گیا۔ وہ چیخا۔

زاہد نے اسے کھینچ کر باہر نکالا۔ دونوں ملبے پر گر پڑے، اور زاہد نے فوراً وہ بڑا پتھر واپس سیڑھیوں کے منہ پر رکھ دیا۔

ان کے نیچے، دھویں کی ایک دھیمی سی گرج سنائی دی، پھر خاموشی ہو گئی۔

وہ دونوں ہانپ رہے تھے۔ عمران کی ٹانگیں سن ہو رہی تھیں۔ اس نے پتلون اٹھا کر دیکھی: جہاں دھواں لگا تھا، وہاں کی کھال نیلی پڑ گئی تھی، جیسے شدید ٹھنڈ لگ گئی ہو۔

"یہ... یہ کیا تھا؟" عمران نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

زاہد کا چہرہ مایوسی سے بھر گیا۔ "وہ طاقتور ہو گئے ہیں۔ دن میں بھی نکل سکتے ہیں۔ ہماری کتابیں درست نہیں ہیں۔ ہمیں نئے سرے سے سوچنا ہو گا۔"

سورج ڈوبنے لگا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے گاؤں واپس چل پڑے۔ عمران کے ذہن میں وہ سرخ آنکھیں اور وہ براہ راست دماغ میں گونجنے والی آواز گونج رہی تھی۔

رات آتے ہی گاؤں میں دھواں چھا گیا۔

گاؤں لوٹتے ہوئے راستے میں، دونوں خاموش تھے۔ ہوا میں دھویں کی معمولی سی بو تھی، لیکن اب عمران کے لیے یہ بو زہر کی طرح تھی۔ اس کی ٹانگوں میں موجود نیلے نشانوں میں ایک عجیب سا جماہٹ سی ہو رہی تھی، جیسے کوئی برفانی کیڑے اندر رینگ رہے ہوں۔

زاہد کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا، جیسے کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہو۔

"عمران،" زاہد نے اچانک آواز دی، جیسے کوئی فیصلہ کر چکا ہو۔ "ہمیں 'کالو دادا' سے ملنا ہو گا۔"

"کون ہے کالو دادا؟"

"گاؤں کا سب سے بوڑھا آدمی۔ وہ واحد شخص ہے جو ان دھوان کو قریب سے جانتا ہے... اور زندہ بچ گیا ہے۔ اس کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ پاگل ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں وہ واحد عقلمند ہے۔"

کالو دادا گاؤں کے آخر میں ایک جھونپڑی میں رہتا تھا۔ جھونپڑی کے ارد گرد ہر طرف خشک لکڑیوں کے ڈھیر تھے، اور درمیان میں ایک چھوٹی سی آگ جل رہی تھی، جس کا دھواں سیدھا آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔

بوڑھا اتنا ضعیف تھا کہ اس کی آنکھیں محض شگافوں کی مانند تھیں، لیکن جب اس نے عمران پر نظر ڈالی، تو وہ شگاف پوری طرح کھل گئے۔ اس کی آنکھوں میں ایک غیر فطری چمک تھی۔

"تو تم واپس آ گئے ہو؟" کالو دادا کی آواز کھڑکھڑاتی ہوئی تھی، جیسے خشک پتے ہل رہے ہوں۔

عمران حیران رہ گیا۔ "آپ مجھے جانتے ہیں؟"

"تمہارے دادا کی آنکھیں ہیں تم میں۔ وہ بھی یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ لیکن بھاگنا کارگر نہیں ہوتا۔ دھواں ہوا سے بھی تیز سفر کرتا ہے۔"

زاہد نے احترام سے سر جھکایا۔ "دادا، ہم نے آج تہ خانے میں انہیں دیکھا ہے۔ دن کے وقت۔"

کالو دادا نے ایک گہری سانس لی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے آگ کی طرف اشارہ کیا۔ "تم نے انہیں بھڑکا دیا ہے۔ انہیں احساس ہو گیا ہے کہ تم انہیں واپس بند کرنا چاہتے ہو۔ اب وہ صرف شکار ہی نہیں بنائیں گے۔ اب وہ شکاری بنیں گے۔"

عمران نے اپنی ٹانگوں کے نشان دکھائے۔ کالو دادا نے انہیں چھوا تو اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ "تم پر نشان لگ چکا ہے۔ اب وہ تمہیں کہیں بھی ڈھونڈ سکتے ہیں۔ خوابوں میں، بیداری میں... ہر جگہ۔"

"کیا کوئی علاج ہے؟" عمران کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"علاج؟" کالو دادا نے کھانسی کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا، جو ایک ڈراؤنا سا صوت تھا۔ "دھواں کبھی غائب نہیں ہوتا، بچے۔ بس شکل بدل لیتا ہے۔ تمہارے اندر جو ٹھنڈ ہے، وہ تمہارے خوف کو کھانا شروع کر دے گی۔ اور جب تمہارا خوف اپنے عروج پر ہو گا... وہ آ جائیں گے۔"

اس نے ایک تھیلی نکالی، جس میں سے اس نے کچھ خشک پتے اور جڑیں عمران کو دیں۔ "رات کو اپنے کمرے میں جلا دو۔ یہ دھویں کو تھوڑی دیر کے لیے دور رکھے گی۔ لیکن یہ دوا نہیں، محض سمجھو۔"

پھر اس نے زاہد کی طرف دیکھا۔ "تمہاری کتابوں میں جو دعا ہے، وہ ادھوری ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ تمہارے پاس صرف پہلا حصہ ہے۔ دوسرا حصہ معبد کی ایک خفیہ کوٹھری میں ہے، جو صرف اس شخص کے لیے کھلتی ہے جس کے خون میں 'شعلۂ ابدی' کی رمق ہو۔"

"اور تیسرا حصہ؟" زاہد نے پوچھا۔

"تیسرا حصہ... وہ دھوان کے سردار کے پاس ہے۔ جو اسے کبھی چھوڑے گا نہیں۔"

رات واپس لوٹتے ہوئے، عمران کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا: کیا اس کے خون میں واقعی وہ رمق ہے؟ کیا یہی وجہ تھی کہ دادا نے ہمیشہ خاموشی اختیار کی تھی؟

اس رات، عمران نے کالو دادا کی دی ہوئی جڑیں جلائیں۔ ان سے ایک میٹھی سی بو نکلی، جس نے دھویں کی بو کو تھوڑی دیر کے لیے دفن کر دیا۔ لیکن نیند میں، اسے خواب آیا۔

وہ ایک بے انتہا تاریک جگہ پر کھڑا تھا۔ اس کے سامنے سرخ آنکھیں تھیں، لیکن صرف آنکھیں۔ ایک آواز گونجی: "تمہارا خون ہمارا ہے... تم ہمارے دروازے ہو... ہمیں آزاد کرو، اور ہم تمہیں طاقت دیں گے... اتنی طاقت کہ دنیا کو اپنے دھویں میں لپیٹ سکو..."

عمران نے انکار میں سر ہلایا، لیکن اسے اپنے ہونٹوں پر ایک ذائقہ محسوس ہوا... دھویں کا ذائقہ۔ وہ چیخ کر جاگ اٹھا۔

اس کے منہ میں، حقیقت میں، دھویں کا کڑواہٹ بھرا ذائقہ تھا۔

صبح عمران نے اپنا خون ایک چھوٹی سی شیشی میں جمع کیا— صرف ایک قطرہ۔ پھر اس نے وہ قطرہ ایک کھڑکی پر رکھا جہاں سورج کی روشنی براہ راست پڑ رہی تھی۔

ایک گھنٹے بعد، اس نے حیرت سے دیکھا کہ خون کا وہ قطرہ، سورج کی تپش میں سوکھنے کے بجائے، ایک عجیب سی چمک دار، گہری سرخ شے بن گیا تھا، جیسے کوئی چھوٹا سا روبی۔ اور اس سے ایک باریک سا دھواں نما بخار اٹھ رہا تھا۔

کالو دادا کی بات درست تھی۔ اس کے خون میں کچھ تھا۔

زاہد کے ساتھ مل کر، انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دوبارہ تہ خانے میں جائیں گے، لیکن اس بار صرف عمران جائے گا، کیونکہ صرف وہی خفیہ کوٹھری کھول سکتا تھا۔ انہوں نے کالو دادا سے پوچھا کہ کوٹھری کہاں ہے۔

"وہ چبوترے کے نیچے ہے،" کالو دادا نے بتایا۔ "جہاں تم نے دھوان دیکھا تھا۔ اس چبوترے پر سات نشان ہیں۔ ان نشانوں پر اپنا خون لگاؤ، اور راستہ کھل جائے گا۔ لیکن یاد رکھو، جب تم خون لگاؤ گے، تو تم انہیں دعوت دو گے۔ وہ ضرور آئیں گے۔ تمہارے پاس دعا کا صرف پہلا حصہ ہے، جو انہیں روک نہیں سکتا۔ تمہیں تیزی سے کام کرنا ہوگا۔"

انہوں نے حتمی تیاری کی۔ زاہد نے دعا کا پہلا حصہ رٹ لیا۔ انہوں نے کالو دادا سے مزید حفاظتی جڑیں لیں۔ عمران نے ایک تیز دھار چاقو اور ٹارچیں تیار کیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ دوپہر کو جائیں گے، جب سورج اپنے عروج پر ہوگا، کیونکہ کالو دادا نے کہا تھا کہ دھوان اس وقت کمزور ہوتے ہیں، چاہے وہ دن میں نکل سکتے ہوں۔

سفر سے پہلے کی رات، عمران نے اپنے دادا کی پرانی ڈائری نکالی، جو اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ اس میں اکثر صفحات پھاڑ دیے گئے تھے، یا سیاہی سے پھیر دیے گئے تھے۔ لیکن ایک صفحے پر، بہت ہلکی سی لکھائی میں لکھا تھا: "خوف ان کا ایندھن ہے۔ خالی دماغ، پر سکون دل، ان کا زہر ہے۔ جب وہ آئیں، تو سوچو ہوا کے بارے میں۔ صرف ہوا کے بارے میں۔"

یہی اصل ہتھیار تھا۔ خوف پر قابو۔

اگلے دن دوپہر کو، وہ دونوں پھر معبد کے ملبے پر کھڑے تھے۔ ہوا میں پراسرار خاموشی تھی۔ پرندے بھی نہیں چہچہا رہے تھے۔

"تمہیں یہیں رکنا ہوگا،" عمران نے زاہد سے کہا۔ "اگر میں ایک گھنٹے میں واپس نہ آیا... تو اس پتھر کو واپس رکھ دینا اور چلے جانا۔"

زاہد نے انکار کیا، لیکن عمران نے اصرار کیا۔ یہ اس کی اپنی لڑائی تھی، اس کے خون کی لڑائی۔

عمران نے پتھر ہٹایا اور سیڑھیوں پر اترنا شروع کیا۔ اس بار، تہ خانے میں ہوا بالکل ساکن تھی۔ ٹارچ کی روشنی نے لمبی لمبی پرچھائیاں ڈالیں۔

وہ چبوترے تک پہنچا۔ اس نے دیکھا، واقعی سات عجیب نشان تھے، جو دھوئیں کے گول دائروں جیسے لگ رہے تھے۔ اس نے چاقو سے اپنی انگلی چیری اور پہلے نشان پر خون لگایا۔

خون لگتے ہی، نشان ہلکے سے چمکے۔

دوسرا نشان۔ تیسرا۔ ہر نشان پر خون لگنے کے بعد، تہ خانے کا درجہ حرارت گرتا جارہا تھا۔ اس کی سانسوں سے دھویں کے بادل نکلنے لگے۔

چھٹا نشان۔

ساتواں نشان لگانے سے پہلے، اس نے ایک آواز سنی۔ ایک ہلکی سی سرسراہٹ، جیسے کوئی ریت پر رینگ رہا ہو۔ لیکن یہاں ریت نہیں تھی۔

اس نے مڑ کر دیکھا۔

دیواروں سے، دھواں نکل رہا تھا۔ ایک نہیں، دو نہیں... درجنوں دھوئیں کے ستون، جن کی چوٹی پر سرخ آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"رک جا... ہمارا دروازہ... ہمیں آزاد کر..."

عمران نے اپنے دادا کی بات یاد کی۔ خوف ان کا ایندھن ہے۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے ہوا کے بارے میں سوچا۔ صاف، تازہ ہوا۔ پہاڑی کی چوٹی پر چلنے والی ہوا۔ دریا کے کنارے کی ہوا۔ اس نے اپنے سینے کو پر سکون رکھنے کی کوشش کی، حالانکہ اس کا دل دیوانہ وار دھڑک رہا تھا۔

دھواں قریب آ گئے۔ اس نے اپنی جلد پر ایک برفانی سردی محسوس کی۔ لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ وہ ہوا کے بارے میں سوچتا رہا۔

پھر ایک عجیب بات ہوئی۔ دھواں رک گئے۔ وہ قریب تو تھے، لیکن انہوں نے اسے چھوا نہیں۔

"تم خوفزدہ نہیں... کیوں نہیں؟... ہمارا دروازہ... ہمارا خون..."

عمران نے اپنی انگلی اٹھائی اور ساتویں نشان پر خون کا آخری قطرہ لگا دیا۔

ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی، لیکن یہ آواز نہیں تھی، بلکہ ایک خاموش لہر تھی جو پورے کمرے میں پھیل گئی۔ چبوترے کا وسط، جہاں گڑھا تھا، دائیں طرف سرک گیا، اور نیچے ایک تنگ سیڑھی نظر آئی۔

عمران نے آنکھیں کھولیں۔ دھواں اب بھی وہیں تھے، لیکن ان کی حرکات سست تھیں، جیسے وہ کنفیوز ہوں۔

یہ موقع تھا۔

وہ سیڑھیوں کی طرف دوڑا اور نیچے اتر گیا۔ اوپر، چبوترا واپس اپنی جگہ پر سرک گیا، اور اس نے دھوان کو باہر ہی رہنے دیا۔

نیچے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ہوا میں دھول تھی۔ درمیان میں ایک پتھر کا ستون تھا، جس پر ایک پرانا، دھاتی صندوقچہ رکھا تھا۔

عمران نے صندوقچہ کھولا۔ اس کے اندر، چمڑے کے ٹکڑے پر، عجیب حروف میں دعا کا دوسرا حصہ لکھا ہوا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی، ایک اور چیز تھی۔ ایک چھوٹی سی شیشی، جس میں ایک چمکدار، سیال آگ تھی، جو بغیر کسی ایندھن کے جل رہی تھی۔ شعلۂ ابدی کی ایک بوند۔

اس نے دونوں چیزیں اپنے ساتھ رکھ لیں۔ اب اس کے پاس دعا کے دو حصے تھے۔ لیکن تیسرا حصہ... دھوان کے سردار کے پاس۔

وہ کیسے حاصل کرے گا؟

سیڑھیوں سے باہر نکلتے ہوئے، اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ایک خطرناک، دیوانہ کن خیال۔

اگر وہ اپنے آپ کو چارا بنا دے؟ اگر وہ دھوان کے سردار کو اپنے اندر آنے دے، اور پھر اپنے اندر موجود شعلۂ ابدی کے خون کی مدد سے اسے قید کر لے؟

یہ خودکشی کے مترادف تھا۔

لیکن شاید یہی واحد راستہ تھا۔

وہ اوپر آیا، جہاں زاہد بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ سورج ڈوب رہا تھا۔

"مل گیا؟" زاہد نے پوچھا۔

عمران نے صندوقچہ دکھایا۔ "دوسرا حصہ مل گیا ہے۔ اب ہمیں آخری جنگ کے لیے تیار ہونا ہے۔"

"کیسے؟"

عمران نے غروب ہوتے سورج کو دیکھتے ہوئے کہا، جیسے وہ آخری بار دیکھ رہا ہو۔

"انہیں وہ چیز دے کر جو وہ سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ ایک دروازہ۔ میرا اپنا جسم۔"

زاہد کی سانس رک گئی۔ "تم پاگل ہو گئے ہو۔"

"شاید۔" عمران نے کہا۔ "لیکن داد ابھاگے تھے، اور دھواں پھر بھی ان کا پیچھا کرتا رہا۔ میں نہیں بھاگوں گا، زاہد۔ میں انہیں وہیں روکوں گا جہاں سے وہ آئے ہیں۔ اپنے اندر۔"

رات آنے کو تھی۔ اور اس رات، دھواں پہلے سے کہیں زیادہ گہرا تھا۔

گھر واپسی پر دونوں خاموش تھے۔ ہوا میں دھویں کی بو گھنی ہوتی جا رہی تھی، جیسے کوئی بڑا دھواں چھانے والا بادل گاؤں پر اترنے والا ہو۔ عمران کے ہاتھ میں وہ چمڑے کا ٹکڑا اور شعلے کی بوند تھی، جو اس کے ہاتھ میں گرمی پھیلاتی محسوس ہو رہی تھی۔

زاہد نے اپنے گھر کے دروازے پر پہنچتے ہی آواز دی۔ "یہ خودکشی ہے، عمران۔ تم نے سنا ہے کالو دادا نے کیا کہا؟ تمہارا جسم ان کا 'دروازہ' بن سکتا ہے۔ اگر تم انہیں اندر آنے دو گے، تو وہ کبھی باہر نہیں نکلیں گے۔ تمہاری روح کو کچل دیں گے۔"

"اور اگر ہم کچھ نہیں کریں گے تو؟" عمران نے مڑ کر دیکھا۔ "وہ دن بدن طاقتور ہو رہے ہیں۔ آج وہ دن میں نکل آئے۔ کل وہ گاؤں سے باہر نکل کر قریبی قصبوں میں پھیل جائیں گے۔ پھر شہروں میں۔ کیا تم تصور کر سکتے ہو؟ خوابوں کے ذریعے پھیلنے والی ایک ایسی مخلوق جو خوف پر پلتی ہے؟ یہ وبا بن جائے گی۔"

زاہد نے آنکھیں جھکا لیں۔ "لیکن تم مر جاؤ گے۔"

"شاید۔" عمران نے کہا۔ "یا شاید میرے خون میں وہ طاقت ہے جو انہیں کنٹرول کر سکتی ہے۔ دادا کی ڈائری میں لکھا تھا: 'خالی دماغ، پرسکون دل، ان کا زہر ہے۔' اگر میں اپنے خوف پر قابو پا لوں، تو میں انہیں اپنے اندر ہی قید کر سکتا ہوں۔ پھر تم وہ دعا پڑھنا جو ہمارے پاس ہے، اور شعلے کی اس بوند کی مدد سے... ہم انہیں ہمیشہ کے لیے بند کر سکتے ہیں۔ میرے اندر۔"

رات گہری ہو چکی تھی۔ انہوں نے کالو دادا کی دی ہوئی تمام جڑیں اور پتے اکٹھے کر کے ایک بڑی آگ سلگائی۔ اس آگ کا دھواں میٹھا تھا، اور اس نے گھر کے اندر کا ماحول کچھ دیر کے لیے پرسکون کر دیا۔

عمران نے چمڑے کے ٹکڑے کو غور سے پڑھنا شروع کیا۔ دوسرا حصہ دراصل ایک طلسم تھا، ایک ایسی روحانی زنجیر بنانے کا طریقہ جو دھواں کو باندھ سکے۔ لیکن اسے مکمل کرنے کے لیے تیسرے حصے کی ضرورت تھی، جو دھوان کے سردار کے پاس تھا۔

"اس کا مطلب ہے،" زاہد نے کہا، "کہ تمہیں اس سردار سے تیسرا حصہ لینا ہوگا۔ وہ اسے کیوں دے گا؟"

"وہ نہیں دے گا۔" عمران نے کہا۔ "میں اسے چوری کروں گا۔ جب وہ میرے اندر داخل ہوگا، تو اس کا علم، اس کی یادداشت، سب میرے ساتھ ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ میں اسے الگ کر سکوں گا۔"

یہ ایک ناقابلِ یقین خطرہ تھا۔

رات کے بارہ بجے، آگ کی لکڑیاں بجھنے لگیں۔ میٹھے دھویں کا غلاف پتلا ہونے لگا۔ اور پھر، باہر سے ایک آواز آئی۔

یہ کوئی عام آواز نہیں تھی۔ یہ ایسے تھی جیسے ہزاروں لوگ بہت دور سے سرگوشیاں کر رہے ہوں۔ الفاظ واضح نہیں تھے، لیکن ان سرگوشیوں میں ایک ہی جذبہ تھا: بھوک۔

دروازے کی درزوں سے، کھڑکیوں کے شگافوں سے، گہرا، گھنا دھواں رینگتا ہوا اندر آنا شروع ہو گیا۔ یہ دھواں پہلے والے سے مختلف تھا۔ اس میں کوئی سرخ آنکھیں نہیں تھیں۔ یہ محض ایک سیاہ، گاڑھا دھواں تھا جو فرش پر پھیلتا جا رہا تھا، جیسے زندہ ہو۔

"وہ آ گئے،" زاہد نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

عمران نے گہری سانس لی۔ اس نے اپنے آپ کو تیار کیا۔ اس نے اپنے دماغ کو خالی کرنے کی کوشش کی۔ ہوا کے بارے میں سوچا۔ لیکن اس بار، دھواں رکا نہیں۔ وہ مسلسل اندر آیا جا رہا تھا۔

پھر، وہ سرگوشیاں یکایک بند ہو گئیں۔ ایک گہری خاموشی چھا گئی۔

دھویں کے درمیان سے، ایک چھوٹی سی، گہری سیاہ لکیر ابھری۔ وہ لکیر پھیلی، اور ایک انسان کی شکل اختیار کر گئی۔ لیکن یہ محض ایک خاکہ تھا، دھویں کا ایک مجسمہ۔ اس کی آنکھیں نہیں تھیں، بس دو خالی جگہیں تھیں جو اندھیرے سے بھری تھیں۔

"دروازہ..." آواز براہ راست ان کے ذہنوں میں گونجی۔ یہ آواز واحد تھی، بھاری، اور اس میں ایک قدیم تھکاوٹ تھی۔ "تم نے ہمیں بلایا ہے... ہم آ گئے ہیں..."

عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں دروازہ ہوں۔ آؤ۔"

دھویں کا مجسمہ حرکت میں آیا۔ وہ تیرتا ہوا عمران کے قریب آیا۔ اس نے اپنا ہاتھ (یا دھویں کا ایک حصہ) بڑھایا۔ جب وہ عمران کے سینے کے قریب پہنچا، تو عمران نے ایک چیخ محسوس کی، لیکن وہ اس کے اپنے اندر سے آئی۔ وہ دھواں اس کی جلد کے اندر سرایت کر رہا تھا، بغیر کسی رکاوٹ کے۔

ایک لمحے کے لیے، کچھ نہیں ہوا۔

پھر عمران کی آنکھیں پیچھے کی طرف پلٹ گئیں۔ اس کا جسم کڑکڑایا۔ اس کے منہ سے دھویں کا ایک گہرا بادل نکلا، لیکن اس کی آنکھیں کھلی رہیں، سیاہ اور خالی۔

عمران کے اندر، ایک جنگ جاری تھی۔

وہ خود کو ایک بے انتہا خالی میدان میں کھڑا پایا۔ آسمان نہیں تھا، زمین نہیں تھی، بس ہر طرف سرمئی دھواں تھا۔ اور اس دھویں کے درمیان، وہی مجسمہ کھڑا تھا، لیکن اب وہ بہت بڑا تھا، اس کی خالی آنکھیں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ ہمارا گھر ہے، دروازہ۔ اب ہمیشہ کے لیے۔"

عمران نے اپنے آپ کو دیکھا۔ وہ معمول کے لباس میں تھا، لیکن اس کا جسم شفاف تھا، اور اس کے سینے میں، ایک چھوٹی سی، چمکتی ہوئی شعلے کی چنگاری دھڑک رہی تھی۔ اس کا خون۔

"تمہیں یہاں نہیں رہنا ہے،" عمران نے کہا، حالانکہ اس کی آواز ہوا میں گم ہو رہی تھی۔

دھویں کے سردار نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ دھواں عمران کی طرف بڑھا، اس کے شفاف جسم کو لپیٹنے لگا۔ عمران نے ٹھنڈ محسوس کی، ایسی ٹھنڈ جو اس کی ہڈیوں تک کو جما دے۔

"ہم تمہارے خوف کو جانتے ہیں... تنہائی کا خوف... بے وقعتی کا خوف... مرنے کا خوف... ہم تمہیں وہ سب دکھائیں گے..."

عمران کے ارد گرد مناظر بدلنے لگے۔ وہ ایک ہسپتال کے کمرے میں تھا، جہاں اس کے دادا مر رہے تھے اور اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ پھر وہ ایک تاریک راہداری میں تھا، جہاں کوئی اس کا نام پکار رہا تھا، لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔ پھر وہ ایک گہرے پانی میں ڈوب رہا تھا، کوئی اس کی مدد نہیں کر رہا تھا۔

ہر منظر کے ساتھ، اس کا خوف بڑھتا گیا۔ اس کا شفاف جسم تاریک ہونے لگا، دھویں سے بھرنے لگا۔ اس کے سینے کی چنگاری مدھم پڑنے لگی۔

لیکن پھر اسے اپنے دادا کی آواز یاد آئی، جو اس نے ڈائری میں پڑھی تھی: "خالی دماغ، پر سکون دل..."

اس نے آنکھیں بند کیں۔ خوف کے ان مناظر کو نظر انداز کیا۔ اس نے ہوا کے بارے میں سوچا۔ اس تازہ ہوا کے بارے میں جو اس نے پہاڑی پر محسوس کی تھی۔ اس ہوا کی آواز کے بارے میں جو درختوں کے پتوں میں سرسراتی ہے۔

ایک عجیب بات ہوئی۔ جیسے ہی اس نے ہوا کے بارے میں سوچا، اس کے شفاف جسم میں ایک ہلکی سی جنبش ہوئی۔ دھواں جو اسے لپیٹ رہا تھا، تھوڑا سا ڈھیلا پڑ گیا۔

"کیا؟... یہ ممکن نہیں..." دھویں کے سردار کی آواز میں پہلی بار حیرت تھی۔

عمران نے محسوس کیا کہ اس کی اپنی سوچ، اس کا اپنا ارادہ، اس جگہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنی تمام توجہ اس چنگاری پر مرکوز کی، جو اس کے سینے میں تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ چنگاری بڑھے، پھیلے۔

چنگاری نے ایک دھیمی سی جھلمل ہٹائی۔

دھواں پیچھے ہٹا۔

"نہیں! یہ ہمارا مقام ہے!"

لیکن عمران کو ایک راستہ نظر آ گیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ دھویں کے سردار کی یادداشت، اس کا علم، اس جگہ میں ہر طرف بکھرا ہوا ہے۔ وہ دھویں کے ذرات کی طرح تیر رہا ہے۔ اور اس علم میں، ایک خاص روشنی تھی، ایک قدیم تحریر... دعا کا تیسرا حصہ۔

عمران نے اپنا ہاتھ بڑھایا، خیالی ہاتھ، اور اس روشنی کو پکڑنے کی کوشش کی۔

درد نے اسے جکڑ لیا۔ یہ جسمانی درد نہیں تھا۔ یہ ایسا تھا جیسے اس کی روح کو چیرا جا رہا ہو۔ دھویں کے سردار نے چیخ مارنا شروع کر دی، ایک خوفناک، ذہنی چیخ۔

"تم ہمارا حصہ چوری کر رہے ہو! چور! دروازہ!"

دھواں ایک طوفان کی طرح اُمنڈ آیا۔ عمران کا خیالی جسم بکھرنے لگا۔ وہ ہار رہا تھا۔

باہر، حقیقی دنیا میں، زاہد اپنے دوست کو زمین پر تڑپتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ عمران کی آنکھیں کھلی تھیں لیکن دیکھ نہیں رہی تھیں۔ اس کے منہ، ناک، اور کانوں سے گہرا دھواں نکل رہا تھا۔ اس کا جسم ایسے مڑ رہا تھا جیسے اندر کوئی اسے توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔

زاہد نے دعا کے پہلے دو حصے پڑھنے کی کوشش کی، لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آگ بجھ چکی تھی۔ میٹھا دھواں ختم ہو چکا تھا۔ اب گھر میں صرف وہی گھنا، سیاہ دھواں بھر گیا تھا جو عمران کے جسم سے نکل رہا تھا۔

کمرے کا درجہ حرارت تیزی سے گر رہا تھا۔ زاہد کے سانس سے بھی دھواں نکلنے لگا۔

پھر اسے ایک آواز سنائی دی۔ ایک کمزور، کھنچتی ہوئی آواز۔

"زاہد..."

یہ عمران کی آواز تھی، لیکن وہ عمران کے منہ سے نہیں آ رہی تھی۔ یہ براہ راست زاہد کے ذہن میں تھی، بہت دور سے، بہت کمزور۔

"دعا... آگ... جلاؤ..."

زاہد نے حیرت سے دیکھا۔ "کیا جلاؤں؟"

"مجھے... جلاؤ..."

زاہد کا دل ایک دھماکے کی طرح دھڑکا۔ عمران کا مطلب وہ شعلے کی بوند تھی۔ اسے عمران کے جسم پر استعمال کرنا تھا۔ لیکن یہ اسے جلا دے گی۔ اندر سے۔

"نہیں!" زاہد نے چیخ کر کہا۔ "میں تمہیں مار نہیں سکتا!"

"دروازہ بند ہونا چاہیے... ہمیشہ کے لیے... جلاؤ، زاہد... ابھی... وہ طاقتور ہو رہا ہے..."

زاہد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے وہ چھوٹی سی شیشی نکالی، جس میں وہ چمکدار سیال آگ ٹمٹما رہی تھی۔ یہ "شعلۂ ابدی" کی آخری بوند تھی۔

عمران کا جسم اچانک خوفناک طریقے سے کڑکڑایا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں واپس آ گئیں، لیکن وہ خون کی طرح سرخ تھیں۔ اس کے منہ سے ایک آواز نکلی جو عمران کی نہیں تھی: "اسے مارو! یہ ہمارا ہے!"

دھواں ایک زبردست قوت کے ساتھ عمران کے جسم سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن پھر واپس کھنچ گیا، جیسے کوئی اندر سے کھینچ رہا ہو۔ عمران کی اپنی آواز، کمزور مگر مضبوط ارادے کے ساتھ، دوبارہ آئی: "زاہد! ابھی!"

زاہد نے آنسو پونچھے۔ اس نے شیشی کا ڈھکن کھولا۔ بوند باہر نکلنے کو تیار تھی، جیسے زندہ ہو۔

وہ عمران کے قریب گیا۔ عمران کا سینہ تیزی سے اُٹھ رہا تھا۔ زاہد نے شیشی الٹی۔

چمکدار سیال بوند عمران کے سینے پر گرے۔

کچھ نہیں ہوا۔

پھر ایک سفید، دھندلی سی روشنی عمران کے سینے سے پھوٹی۔ اس روشنی میں حرارت نہیں تھی، بلکہ ایک خالص، روشن ٹھنڈک تھی۔

عمران کا منہ کھلا، لیکن اس بار کوئی دھواں نہیں نکلا۔ اس کی جگہ ایک خاموش چیخ نکلی، جس میں ہزاروں آوازیں مکس تھیں۔ پورا کمرا سفید روشنی سے بھر گیا۔

زاہد نے آنکھیں بند کر لیں۔

جب زاہد نے آنکھیں کھولیں، تو سفید روشنی غائب ہو چکی تھی۔ کمرے میں دھواں بھی نہیں تھا۔ ہوا صاف تھی۔

عمران فرش پر پڑا تھا، ساکت۔

زاہد رینگتا ہوا اس کے پاس گیا۔ اس نے عمران کی نبض ٹٹولی۔ ایک دھیمی، بہت دھیمی دھڑکن تھی۔ وہ زندہ تھا۔

لیکن جب عمران نے آنکھیں کھولیں، تو زاہد پیچھے ہٹ گیا۔

عمران کی آنکھیں معمول کی تھیں۔ بھوری۔ لیکن ان میں کوئی چمک نہیں تھی۔ کوئی پہچان نہیں تھی۔ وہ خالی تھیں، جیسے کوئی نئی تخلیق ہوئی ہو جو ابھی کچھ نہیں جانتی۔

"عمران؟" زاہد نے ہلکی سی آواز میں پوچھا۔

عمران نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ ہلے۔ "ز... زاہد؟"

آواز عمران کی تھی، لیکن اس میں ایک عجیب سی گونج تھی، جیسے دو آوازیں مل کر بول رہی ہوں۔

"تم... تم کیسے ہو؟"

عمران نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ "وہ... اندر ہے۔ بند ہے۔ لیکن دروازہ... دروازہ کھلا رہتا ہے۔ ہمیشہ کے لیے تھوڑا سا کھلا۔"

زاہد سمجھ گیا۔ رسم کامیاب ہوئی تھی۔ دھواں، یا کم از کم ان کا سردار، عمران کے اندر قید ہو گیا تھا۔ لیکن دروازہ، یعنی عمران کا جسم اور اس کا شعور، مکمل طور پر بند نہیں ہوا تھا۔ دونوں روحیں، عمران کی اور دھویں کے سردار کی، ایک دوسے میں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔

عمران اب پورا عمران نہیں تھا۔

عمران اٹھ بیٹھا۔ اس کی حرکات سست اور سوچ سمجھ کر تھیں۔ "مجھے... مجھے دعا کا تیسرا حصہ یاد ہے۔ اب ہمارے پاس مکمل دعا ہے۔"

زاہد نے حیرت سے دیکھا۔ "تمہیں یاد ہے؟"

عمران نے سر ہلایا۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آئی، جو فوراً غائب ہو گئی۔"ہاں۔لیکن اب اس کی ضرورت نہیں۔ دروازہ بند ہو چکا ہے۔نئے دھوان پیدا نہیں ہوں گے۔پرانے...وہ بے رہنما ہیں۔بکھر جائیں گے۔وقت کے ساتھ۔"

باہر، طلوع فجر کی پہلی کرن نمودار ہوئی۔

اس صبح، گاؤں میں کچھ عجیب سا تھا۔ہوا میں دھویں کی بو نہیں تھی۔پرندے چہچہا رہے تھے۔

لوگوں نے محسوس کیا کہ انہوں نے ایک ایسی نیند سوئی ہے جو بغیر کسی خلش کے تھی۔

صرف کالو دادا کی جھونپڑی میں، بوڑھے نے آگ کی طرف دیکھتے ہوئے، ایک گہری سانس لی۔اسے معلوم تھا کہ جنگ ختم نہیں ہوئی۔بس ایک میدان بدلا ہے۔

ایک ہفتے بعد، عمران نے گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔وہ اب وہ شخص نہیں رہا تھا جو آیا تھا۔وہ کم بولتا تھا۔لمبی لمبی خاموشیوں میں گم رہتا۔اس کی آنکھوں میں کبھی کبھار ایک گہرا، پراسرار نظارہ آجاتا، جیسے وہ کسی اور دنیا کو دیکھ رہا ہو۔

زاہد اسے بس اسٹاپ تک چھوڑنے آیا۔

"تمہاری یادداشت؟"زاہد نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔لیکن...اس میں اضافہ ہو گیا ہے۔میں ایسی چیزیں جانتا ہوں جو میں نے کبھی نہیں سیکھیں۔پرانی زبانیں۔مٹی ہوئی تاریخ۔"عمران نے کہا۔

"اور وہ؟"

"وہ سو رہا ہے۔زیادہ تر وقت۔لیکن جب میں تھک جاتا ہوں، یا...خوفزدہ ہوتا ہوں...تو وہ جاگ جاتا ہے۔مجھے ہمیشہ پرسکون رہنا ہے، زاہد۔یہ میری ذمہ داری ہے۔"

بس آ گئی۔عمران نے اپنا بیگ اٹھایا۔

"کیا تم واپس آؤ گے؟"

عمران نے ایک دھیمی سی مسکراہٹ دی، جو اس کے چہرے پر عجیب لگی۔"شاید۔لیکن اب میرا سفر الگ ہے۔میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا دنیا میں اور بھی ایسی جگہیں ہیں...جہاں دھوئیں کی مخلوق موجود ہیں۔شاید میں انہیں سمجھ سکتا ہوں۔یا انہیں بند کر سکتا ہوں۔"

زاہد نے اسے گلے لگا لیا۔دونوں جانتے تھے کہ یہ شاید آخری ملاقات تھی۔

بس چل پڑی۔زاہد وہیں کھڑا رہا، جب تک کہ بس دھول کے بادل میں غائب نہ ہو گئی۔

لیکن اس دھول میں، زاہد نے ایک عجیب چیز دیکھی۔ بس کی کھڑکی سے، عمران کی طرف سے، ایک بہت ہلکا سا دھواں نما بخار باہر نکلا اور ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

اس رات، زاہد نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک وسیع میدان میں کھڑا ہے۔ دور، ایک شخص کھڑا ہے۔ عمران۔ لیکن عمران کا سایہ بہت طویل اور گہرا ہے، جو دھویں سے بنا ہوا ہے۔ اور اس دھویں کے سایے میں، سرخ آنکھیں جگمگا رہی ہیں۔

عمران خواب میں مڑا اور اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں معمول کی تھیں، لیکن اس کے منہ سے دو آوازیں اکٹھے نکل رہی تھیں، ایک عمران کی اور ایک دھویں والی:

"خوف مت کرو۔ دروازہ بند ہے۔ لیکن یاد رکھو... ہر آگ کا دھواں، ہر بخارات کا بادل... ہم وہاں ہیں۔ ہمیشہ رہیں گے۔"

زاہد جاگ اٹھا۔ اس کے کمرے میں، جلتے ہوئے دیے کی لو سے نکلنے والے دھویں نے عجیب سی شکل بنائی، جو فوراً بکھر گئی۔

وہ کھڑکی کے پاس گیا۔ باہر صاف آسمان تھا، چاندنی رات تھی۔

لیکن دور، شہر کی طرف، فضائی آلودگی کے بادل دھویں کی ایک موٹی چادر بنا رہے تھے۔ اور اس دھویں میں، زاہد کو یقین ہوا کہ اس نے ایک جگہ دو سرخ نقطے چمکتے دیکھے، جو فوراً غائب ہو گئے۔

وہ مسکرایا، ایک تلخ مسکراہٹ۔

دھواں کبھی غائب نہیں ہوتا۔ بس شکل بدل لیتا ہے۔ اور جہاں دھواں ہو گا، وہ مخلوق ہمیشہ موجود رہے گی۔ خاموش۔ منتظر۔

اور کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی دروازہ پھر سے کھل جائے گا۔

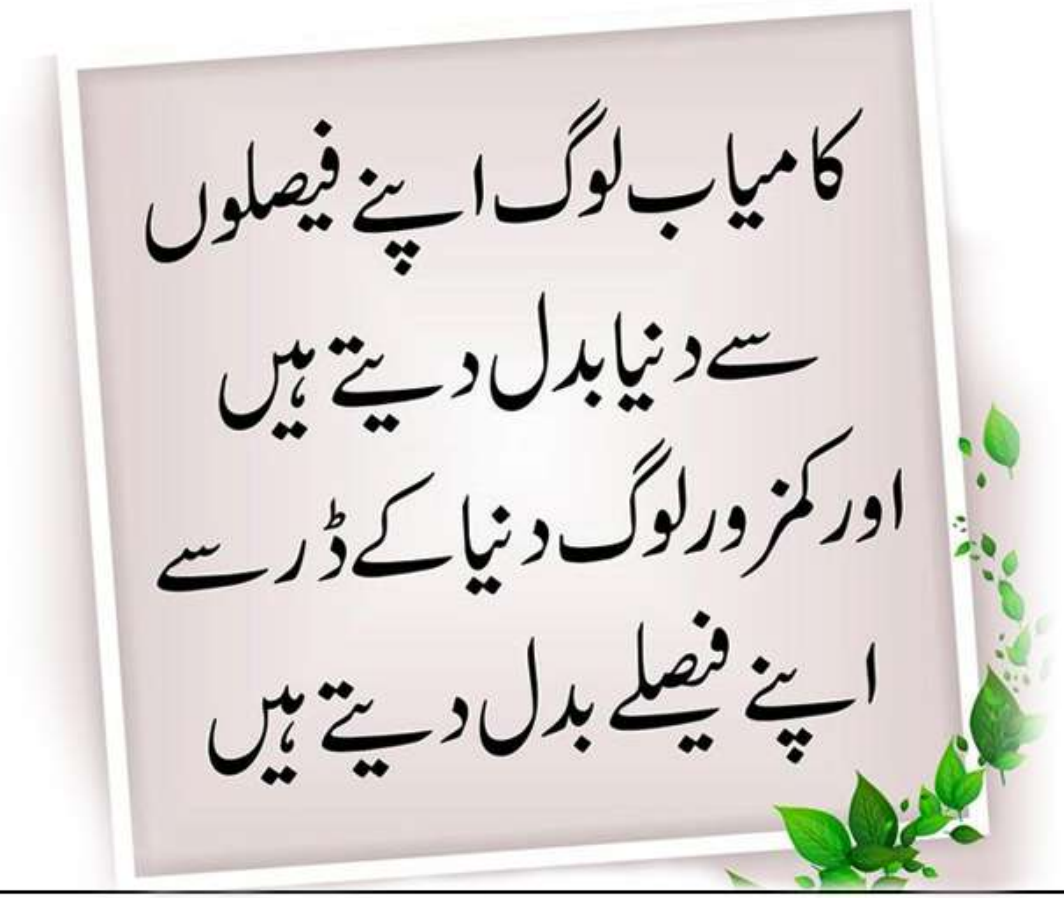

فرق تلاش کریں

دونوں تصاویر میں پانچ جگہ فرق ہے
کیا آپ ان کو تلاش کر سکتے ہیں۔

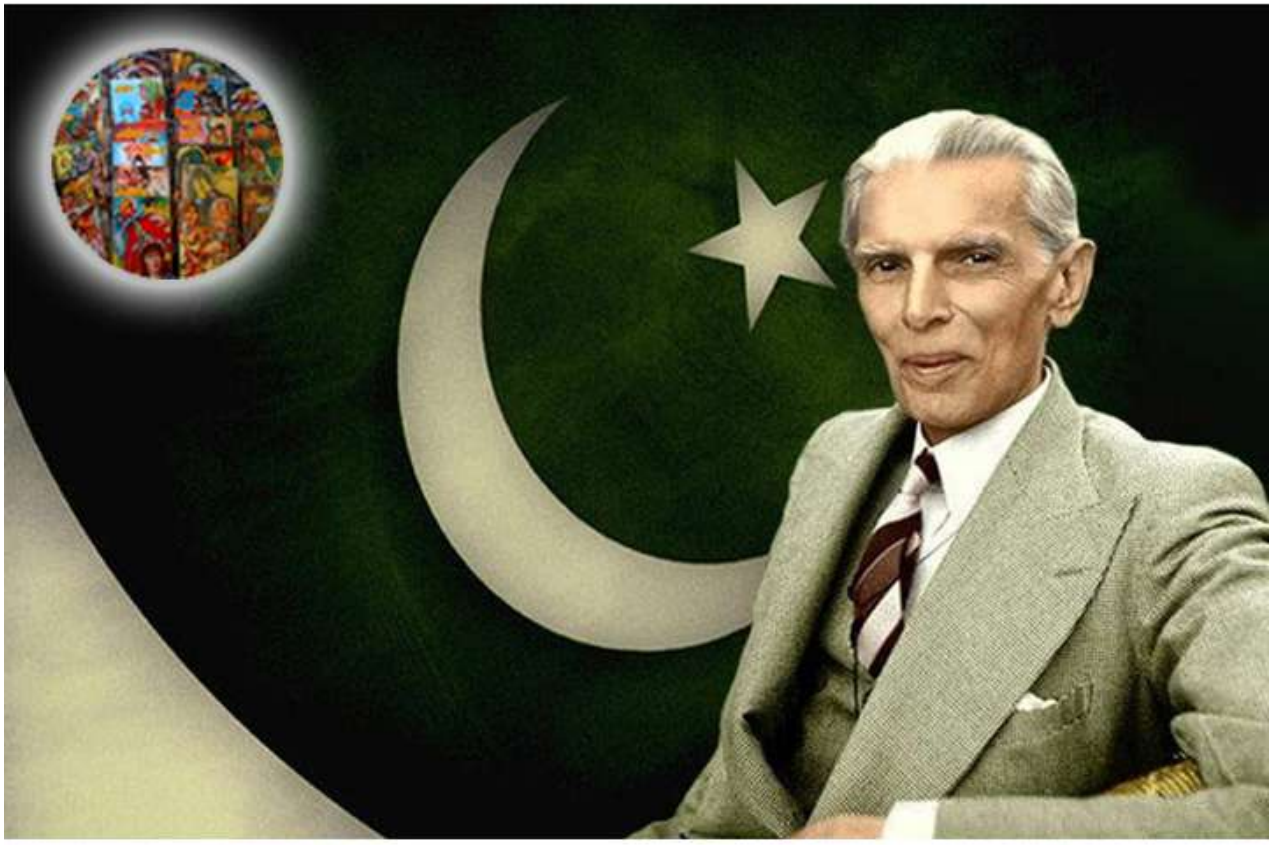

قائداعظم محمد علی جناحؒ

بینش اشرف قادری

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جب ہر طرف مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم تھا، انگریزوں اور ہندووں نے مسلمانوں کا جینا مشکل کر دیا تھا۔ ہر طرف مسلمانوں پر پابندیاں تھیں مسلمانوں کا کوئی حال نہ تھا ایسے میں 25 دسمبر 1876 میں کراچی میں پونجا جناح اور مٹھی بائی کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد علی رکھا گیا جو تاریخ میں محمد علی جناح اور بانی پاکستان، بابائے قوم اور قائداعظم کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ بچپن سے ہی بہت ذہین تھے اور عام بچوں کی طرح کھیل کود کی طرف دھیان نہیں تھا آپ نے ابتدائی تعلیم کراچی سے حاصل کی آپ پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بننا چاہتے تھے اس لیے راتوں کو جاگ کر پڑھتے تھے اور کلاس میں بھی نمایاں رہتے تھے۔ آپ نے لندن سے بیرسٹری کی تعلیم مکمل کی اور بمبئ میں وکالت کرنے لگے ۔ آپ مسلمانوں کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے آپ نے پہلے کانگرس میں شامل ہوئے اور اس کے بعد 1913 میں آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ آپ پہلے ہندوں کو مسلمانوں کے خلاف نہیں سمجھتے تھے پر کچھ ایسے واقعات ہوئے کے آپ نے کانگرس چھوڑ دی۔ آپ کو ایک نڈر اور عظیم انسان مانا جاتا ہے جو کسی کے سامنے جھکے نہیں بلکہ ڈٹے رہے اور کامیابیاں بھی حاصل کیں۔

آپ نے الگ ملک کے لیے محنت کی۔ آپ کو اللہ پر یقین تھا۔ اس کے لیے آپ نے جلسے وغیرہ کیے اور مسلمانوں کو متحد کیا اور فرمایا ، " ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں وہ کبھی بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔" آپ کو ہر طرح سے ڈرایا گیا پر

آپ اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے۔ آپ چاہتے تھے کے مسلمان آزاد زندگی گزاریں۔ جس کے لئے ضروری تھا کے ان کے لیے الگ ملک ہو جس میں مسلمان اپنے مذہب کے مطابق رہ سکیں۔ آپ نے قرآن کو مکمل ضابطہ حیات فرمایا۔ آپ نے ہندووں اور انگریزوں سے ٹکر لے کر 14 اگست 1947 کو پاکستان بنایا۔ آپ اس کے پہلے گورنر جنرل بنے اور آپ تنخواہ بس ایک روپیہ لیتے تھے اور ہمیشہ یہ قول اپنایا

کام، کام اور کام

قائد اعظم بہت محنتی اور بلند سوچ کے مالک تھے۔ آپ ہمیشہ اصول کی پابندی کرتے ۔ 11 ستمبر 1948 کو آپ یہ جہاں چھوڑ کر اگلے جہاں چلے گئے۔

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح

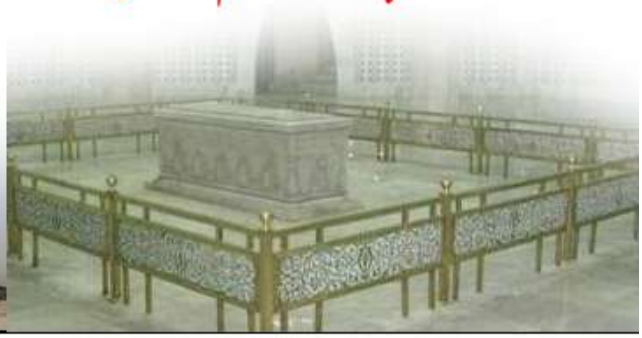

شہزادی صوفیہ اور پراسرار جنگل

مصنف : ممتاز فیروز پوری

قسط نمبر 1

"آہ۔۔۔۔" شہزادی صوفیہ کے منہ سے درد سے کراہتی ہوئی آواز نکلی۔ شہزادی صوفیہ کا سارا جسم درد سے چور چور ہورہا تھا اور درد کی لہریں اس کے جسم میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آجا رہی تھیں۔ اس کا پورا جسم پھوڑے کی طرح پک سا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس کی جان ابھی نکل جائے گی اور وہ اس دنیا کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ شہزادی صوفیہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ہلایا۔۔۔۔ مگر بے سود۔

اس کے دونوں ہاتھوں میں بھی درد کی لہریں اٹھیں اور ہاتھوں نے حرکت کرنے سے انکار کردیا۔

شہزادی کے ہاتھ اور پاؤں دونوں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے اور باندھنے والے نے کافی سخت باندھے تھے۔ شہزادی اس وقت زمین پر لیٹی ہوئی تھی جو کہ شہزادی کو کافی سخت لگ رہی تھی۔ شہزادی نے اپنی آنکھوں کوکھول کر دیکھا کہ وہ کس جگہ پر ہے اور اس کو کس نے قید کیا ہے۔

شہزادی نے لیٹے لیٹے اپنی دونوں آنکھوں کو مکمل کھول کر دیکھا تو اس کی نظر سب سے پہلے سامنے دروازے پر پڑی جو کہ بند تھا۔ دروازہ لکڑی سے بنا ہوا تھا اس پر رنگ نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے درخت سے لکڑی کو کاٹ کر اس کا دروازہ بنا لیا گیا ہو۔ شہزادی صوفیہ نے اب اپنے جسم کو آہستہ آہستہ سے حرکت دینا شروع کی تو اس نے اپنے دونوں پیروں کو سمیٹا اوربالکل آہستہ آہستہ سے اٹھنے لگی۔ اس کے جسم سے درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں مگر شہزادی نے ان کو برداشت کیا اور وہ کراہتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

شہزادی کو پیاس لگ رہی تھی ۔ اس کا حلق سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کا حلق اندر سے پک چکا ہو۔ شہزادی کو زور سے کھانسی آئی اور کھانستے کھانستے اس کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے۔

شہزادی نے اب اپنی گردن کو گھما کر سارے کمرے کا جائزہ لیا۔

کمرے کی زمین کچی تھی اور اس پر گھاس پھونس اور تنکوں سے بھرا گیا تھا۔ گھاس اور تنکوں کی وجہ سے زمین کی سختی کچھ نرم ہوگئی تھی مگر شہزادی کو وہ زمین پھر بھی ایسے لگی جیسے پتھر کی ہو۔ شہزادی تو ہمیشہ نرم و ملائم بستر کی عادی تھی اور خدمت کے لئے بھی ہر وقت اس کے پاس کنیزیں جمع رہتی تھیں۔ کمرے کی دیواریں کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں اور ان پر عجیب وغریب نقش بنے ہوئے تھے ۔ کمرے کی چھت بانسوں پر مشتمل تھی اور ان پر کھجوروں کے پتے اور دوسرے بڑے پتے پڑے ہوئے تھے۔ ان پتوں پر کسی چیز کا لیپ کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے کمرے میں روشنی بہت معمولی آرہی تھی۔ شہزادی صوفیہ کو اس روشنی سے اندازہ ہوگیا کہ باہر سورج نکلا ہوا ہے اور دن کا وقت ہے۔ کمرے میں دروازے کے پاس ہی پانی کا ایک

بڑا سا مٹکا پڑا ہوا تھا۔۔۔۔ جس کے اوپر مٹی کا گلاس تھا۔ پانی کو دیکھ کر شہزادی صوفیہ کو پیاس لگی مگر وہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کی وجہ سے مجبور تھی کیونکہ ہاتھ اور پیر باندھے ہونے کی وجہ سے وہ بالکل حرکت نہیں کر سکتی تھی۔

شہزادی نے کمرے پر مزید نظر ڈالی تو اس کو کمرے کی دیواروں پر کسی دیوتا کے نقش بنے ہوئے محسوس ہوئے کیونکہ اس کے نیچے دیے جل رہے تھے۔ شہزادی نے محسوس کیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی بنائے ہوئے کسی دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ شہزادی نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور سر کو جھکا کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی کہ وہ اس انجانی مصیبت سے نکال دے۔ شہزادی صوفیہ نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ مدد کی دعا بھی مانگی۔

شہزادی صوفیہ۔۔۔۔ ملک ایران کی شہزادی تھی اور وہ اپنے شوہر شہزادہ نعمان کے ساتھ اس کے ملک جا رہی تھی۔ راستے میں یہ جنگل آیا تو شام کا وقت ہو چکا تھا۔

شہزادہ نعمان نے سوچا کہ ان کو رات یہیں بسر کرنی چاہئے اور صبح ہوتے ہی وہ پھر سے روانہ ہو جائیں گے۔ ان کے ساتھ دس سپاہی بھی تھے جو کہ ان کی حفاظت کے پیش نظر شہنشاہ ایران نے ان کے ساتھ ہی روانہ کئے تھے۔ خیمے لگانے کے بعد۔۔۔۔ وہ دونوں ایک خیمے میں سو گئے۔ رات نہ جانے کس وقت ان وحشی قبائل نے حملہ کیا اور ان کے سپاہیوں کو مار دیا ۔ تلواروں کی آوازیں اور لڑائی کی آواز سن کر شہزادہ نعمان بھی اپنے خیمے سے باہر نکلا اور پھر واپس نہ آیا۔ شہزادی خیمے میں اکیلی تھی اور وہ ڈر رہی تھی کہ اب نجانے کیا ہو گا اور یہ اجنبی دشمن کون ہیں؟

پھر شہزادی صوفیہ کے خیمے کا پردہ چاک کرکے دس بارہ وحشی اس کے خیمے میں داخل ہوئے اور شہزادی صوفیہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں تلواریں، خنجر ، نیزے اور بھالے تھے جن کا رخ شہزادی کی جانب تھا۔ وہ اپنے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکال رہے تھے جو کہ ان کی قبائلی زبان لگتی تھی۔ انھوں نے شہزادی کو کھڑا ہونے کو کہا اور پھر ایک وحشی نے آگے بڑھ کر شہزادی کے ہاتھ اور پاؤں دونوں رسیوں سے باندھ دیے۔

پھر ایک وحشی نے آگے بڑھ کر شہزادی صوفیہ کے سر پر تلوار کے دستے کا بھرپور وار کیا اور شہزادی صوفیہ کو ایسا محسوس ہوا کہ اس کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہو۔ شہزادی کے دماغ میں ستارے ہی ستارے نظر آئے اور پھر شہزادی اس اندھیرے میں کھو گئی اور بے ہوش ہوگئی۔

اب شہزادی صوفیہ کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں قید پایا۔ شہزادی صوفیہ نے دیکھا کہ اس کمرے کے ایک طرف بستر بھی لگا ہوا ہے جس پر کسی جانور کی کھال بچی ہوئی ہے ۔ اس بستر پر ایک تکیہ بھی پڑا ہے۔ اتنے میں شہزادی صوفیہ کو دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور شہزادی نے گردن گھما کر دروازے کی جانب دیکھا۔

دروازے سے تین وحشی اور ایک عورت آئی۔

ایک وحشی کے سر پر پرندوں کے پروں کا تاج بنا ہوا تھا اور اس نے جو لنگوٹ پہنا ہوا تھا اس کے چاروں طرف بھی اس طرح پرندوں کے پر لگے ہوئے تھے۔ اس شخص کے لنگوٹ کا رنگ پیلا تھا۔ اور اس کا اوپری جسم بالکل ننگا تھا۔ اس کے جسم پر نقش نگار بنے ہوئے

تھے اور اس نے گردن میں ایک کڑا بھی پہنا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں بھی دو دو کڑے پہنے ہوئے تھے۔اس کے ہاتھ میں جو ہتھیار تھا وہ ایک ڈنڈے کی صورت میں تھا اور اس ڈنڈے کے اوپر چاند کی شکل کا لوہے کا ٹکرا نصب تھا جو کہ دیکھنے میں کافی تیز نظر آرہا تھا۔باقی دونوں وحشی اس کے پیچھے کھڑے تھے اور ان دونوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو کہ چھت کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے بھی لنگوٹ پہنے ہوئے تھے اور ان کے سر بالکل گنجے تھے۔ ان وحشیوں کے لنگوٹ ہلکے سرخ رنگ کے تھے اور ان کا اوپری جسم بھی بالکل برہنہ تھا۔ ان وحشیوں کے جسم پر بھی نقش نگار بنے تھے مگر ان میں سے کسی نے بھی اپنے گلے میں کڑا نہیں پہنا تھا۔ان کے بایاں ہاتھ میں ایک ایک کڑا تھا۔ان کے ساتھ جو عورت آئی تھی۔۔۔۔ وہ ان کے قبیلے کی نہیں لگتی تھی کیونکہ اس کا رنگ سفید تھا جبکہ ان تینوں وحشیوں کا رنگ کالا سیاہ تھا۔

پروں والے وحشی نے اپنی قبائلی زبان میں اس عورت سے کچھ کہا اور وہ عورت نے آگے بڑھ کر شہزادی صوفیہ کے ہاتھوں اور پیروں کی رسیوں کو کھول دیا اور شہزادی کو آزاد کردیا۔ شہزادی صوفیہ نے جلدی

سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو خوب اچھی طرح مسلا اور پھر پیروں کو اچھی طرح مسلا۔ اس سے شہزادی کو کچھ سکون محسوس ہوا۔ شہزادی نے اس عورت کو اشارہ کیا کہ اس کو پیاس لگی ہے تو وہ عورت پانی والے مٹکے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے مٹکے سے پانی گلاس میں ڈالا اور وہ گلاس شہزادی کی طرف بڑھا دیا جس کو شہزادی نے یوں پیا جیسے صدیوں کی پیاسی ہو۔ شہزادی کے پانی پینے کے بعد۔۔۔۔ اس عورت نے ایک اور گلاس شہزادی کی طرف بڑھایا جسے شہزادی نے فوراً پی لیا۔ پانی پینے سے شہزادی کے جسم میں جان آ گئی اور اس کو یوں محسوس ہوا کہ اس کی کھوئی ہوئی توانائی واپس آ گئی ہو۔

پروں والے وحشی نے اپنی قبائلی زبان میں اس عورت سے کچھ کہا۔ شہزادی صوفیہ باوجود کوشش کے اس کی زبان نہ سمجھ سکی۔ اس عورت نے ساری بات سنی اور پھر شہزادی کی طرف دیکھتے ہوئے شہزادی سے مخاطب ہوئی، " تمھارا نام کیا ہے اور تم کس جگہ کی رہنے والی ہو؟"

شہزادی صوفیہ اس کے منہ سے اپنی زبان سن کر ایک دفعہ تو حیران رہ گئی۔ وہ حیرت سے اس عورت کو دیکھنے لگی۔ پھر سر کو جھٹکا اور سوچا کہ

ان کو میں نہیں بتاتی ہوں کہ میں ملک ایران کی شہزادی ہوں یہ نہ ہو کہ وہ مجھے مزید نقصان پہنچا دیں۔ پھر کچھ سوچ کر شہزادی بولی، "میں ملک ایران کی رہنے والی ہوں اور میرے والد ایک تاجر ہیں جو مختلف ملکوں سے کپڑا خرید کر ایران میں لاتے ہیں۔ "

اس عورت سے شہزادی کی ساری بات سنی اور پھر اس پروں والے وحشی کو اس کی قبائلی زبان میں بتا دی۔ اس وحشی نے پھر سے اس عورت سے کچھ کہا اور وہ عورت شہزادی سے پھر مخاطب ہوئی، "تم اس جنگل میں کیا لینے آئی ہو؟ "

شہزادی نے اس کا سوال سنا اور پھر بولی، " میں اور میرا شوہر اپنے ملک واپس جارہے تھے۔ راستے میں شام ہوگئی اور ہم نے اس جنگل میں اپنے خیمے لگا لئے۔ رات کو کسی وقت ہم پر حملہ ہوا اور میرا شوہر اپنی تلوار اٹھا کر باہر نکلا اور پھر پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا ہوا۔ میرے خیمے میں اچانک کافی زیادہ وحشیوں نے حملہ کیا ۔۔۔۔ میرے ہاتھ پاؤں کو باندھا اور مجھے بے ہوش کرکے اپنے ساتھ لے آئے۔ میری آنکھ کھلی تو میں اس کمرے میں تھی۔ مجھے بتاؤ کہ میرے شوہر نعمان کے ساتھ کیا ہوا ہے اور وہ اس وقت کس حال میں ہے؟؟؟ "

اس عورت نے ساری بات اس پروں والے وحشی کو بتائی اور پھر اس کی بات سن کر شہزادی سے مخاطب ہوئی، " تمھارا شوہر ان وحشیوں کے ساتھ لڑائی میں مارا جا چکا ہے۔ قبیلے والوں نے اس کو ہتھیار ڈالنے کو کہا مگر وہ لڑنے پر آمادہ ہوگیا اور یوں وہ لڑتے ہوئے مارا گیا۔ تم کو قید کرلیا تھا اور اگر تم مزاحمت کرتی ہو تم کو بھی وہ مار دیتے۔ اب تم ان وحشی قبائل کی قید میں ہو۔ "

شہزادی نے جیسے ہی سنا کہ اس کے شوہر شہزادے نعمان کو مار دیا گیا ہے تو اس کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ دیا ہو۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو کہ اس کے گالوں پر بہنے لگے۔ شہزادی صوفیہ اور شہزادہ نعمان۔۔۔۔ دونوں آپس میں بہت محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ شہزادے نعمان کی موت کا سن کر شہزادی کو بہت دکھ محسوس ہوا۔ اس کا دل کرتا تھا کہ وہ خوب روئے مگر اس نے اپنے آپ کو کنٹرول کیا۔

"تم کو ان وحشیوں درندوں نے
اس لئے پکڑا ہے کہ تم کو آئندہ تین دن بعد

آنے والے ان کے دیوتا کے سالانہ جشن میں۔۔۔۔ اس دیوتا کے قدموں میں قربان کر دیا جائے۔ میں بھی تمھاری طرح سے ان کی قیدی ہوں اور مجھے مختلف قبائل کی زبانیں آتی ہیں جس کی وجہ سے انھوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ مجھے یہ لوگ تین سال پہلے اسی جنگل سے اپنے والدین کے ساتھ پکڑ لائے تھے۔ میرے والدین کو انھوں نے اسی دیوتا کے قدموں میں قربان کردیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ تب سے لیکر اب تک میں ان کی ترجمان بنی ہوئی ہوں۔ میں ان لوگوں کو مطمئن کرکے بھیج دیتی ہوں اور تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گی اور تم کو ساری تفصیل بتاؤں گی۔ " اس عورت نے شہزادی صوفیہ کو ساری بات بتائی اور پھر نہ جانے اس نے پروں والے وحشی سے کیا کہا کہ وہ سر ہلانے لگا اور پھر وہ تینوں اور وہ عورت باہر چلی گئی۔ شہزادی صوفیہ اب کمرے میں اکیلی رہ گئی۔

شہزادی کو رہ رہ کر اپنا شوہر شہزادہ نعمان یاد آرہا تھا کہ نہ جانے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا ہوا۔ شہزادی کو اپنے والدین کی بھی یاد آرہی تھی کہ اگر وہ اپنے ملک نہ پہنچی تو اس کے والدین کا کیا حال ہوگا۔ ان باتوں نے شہزادی کو بہت افسردہ کر دیا تھا۔ شہزادی کی آنکھوں

میں ایک بار پھر سے آنسو آگئے اور وہ رونے لگی۔

اتنے میں اس کو دوبارہ سے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ شہزادی نے دیکھا کہ وہی سفید عورت پھر سے اندر آگئی تھی اور اس کے پیچھے ایک کالا وحشی بھی تھا جس نے ہاتھوں میں ٹرے اٹھا رکھی تھی۔ اس وحشی نے وہ ٹرے شہزادی کے سامنے رکھ دی اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

"دیکھو صوفیہ۔۔۔۔ میرا نام ماریا ہے اور میں ملک اردن کی رہنے والی ہوں میرے والدین کو بھی میرے سامنے مار دیا گیا تھا اور مجھے انھوں نے قید کرلیا ہے۔ اگر مجھے مختلف زبانیں سیکھنے کا شوق نہ ہوتا تو شاید میں بھی تین سال پہلے اس نامراد دیوتا کے قدموں میں قربان ہو چکی ہوتی مگر خدا کو شاید ابھی میری زندگی منظور تھی ۔ اس لئے آج زندہ ہوں۔ یہ پھل کھا لو اور پانی پی لو تاکہ تمھاری توانائی بحال رہے۔ " اس سفید فام عورت نے شہزادی کو مخاطب کرکہا جس نے اپنا نام ماریہ بتایا تھا۔

"ماریہ بہن۔۔۔۔ میرا دل بالکل نہیں چاہتا کچھ کھانے کو۔ میرا دل پھٹا جا رہا ہے اپنے شوہر کی موت کا سن کر۔ پتہ نہیں اس کے ساتھ ان ظالموں نے کیا سلوک کیا ہوگا۔ " شہزادی صوفیہ نے روتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

"دیکھو صوفیہ۔۔۔۔ رونا مسئلے کا حل نہیں۔ یہ وحشی قبیلہ ہے اور میں تین سال سے ان وحشیوں کے ساتھ ہوں اور یہ آدم خور قبیلہ بھی ہے۔ انسانوں کو کھاتے ہیں اور ان کو خون پیتے ہیں۔ یہ زندہ انسانوں کو اپنے دیوتا کے قدموں میں قربان بھی کر دیتے ہیں۔تم جتنی جلدی ہو سکے ان کی قید سے بھاگ جاؤ۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔ " ماریہ نے شہزادی صوفیہ کاحوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں اب بھاگ کر کہاں جاؤں گی۔ مجھے تو اس جنگل سے باہر نکلنے کا راستہ بھی معلوم نہیں۔ " شہزادی صوفیہ نے غمگین لہجے میں جواب دیا۔

"صوفیہ تم کو ہمت کرنا ہوگئ ورنہ یہ وحشی لوگ تم کو تین دن بعد اپنے اس دیوتا کے قدموں میں قربان کر دیں گے۔ ان کو کل دس افراد چاہئیں اور اب تک آٹھ افراد ہوچکے ہیں۔ یہ وحشی مزید لوگوں کو پکڑنے جنگل کی طرف گئے ہیں۔ میں تم کو ایک ایسے راستے سے اس قبیلے سے باہر لے جاؤں گی جو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔تم اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ۔ " ماریہ نے سنجیدہ لہجے میں صوفیہ سے کہا۔

"ہاں مجھے پہلے اپنی جان بچانا ہوگئ اور پھر ہی میں ان سے اپنے شوہر کے قتل کا بدلہ بھی لوں گی۔ میں اپنے ابا جان سے کہہ کر ان کے اوپر فوج کشی کروا دوں گی اور ان کا قبیلہ تہس نہس کردوں گی۔ " شہزادی صوفیہ نے پر یقین لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں صوفیہ۔۔۔۔ اب بس تم ہمت کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ آج رات کو میں آؤں گی اور تم کو لے جاؤں گی۔ " ماریہ نے شہزادی صوفیہ کے ہاتھوں کو تھپتھپایا

اور پھر اسکو پھل کھانے کا کہا اور دروازیہ کھول کر باہر چلی گئی۔

شہزادی صوفیہ نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی اور اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

رات کو دروازہ دوبارہ کھلا اور ماریہ اندر آئی ۔ اس کے ہاتھ میں پھلوں کی ٹرے تھی جو کہ بالکل تازہ معلوم ہوتے تھے۔ ماریہ نے وہ ٹرے شہزادی صوفیہ کے سامنے رکھی۔ اس نے شہزادی صوفیہ کو اشارے سے پوچھا کیا وہ تیار ہے۔ شہزادی صوفیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ماریہ نے اپنے لباس سے ایک تھیلی نکالی اور اس میں وہ تازہ پھل بھرنے لگی۔ پھر ماریہ نے اپنے لباس کے نیچے سے ایک خنجر نکالا اور وہ شہزادی صوفیہ کو دے دیا۔شہزادی صوفیہ نے پھل اور وہ خنجر دونوں اپنے لباس میں رکھ لئے۔

"صوفیہ۔۔۔۔ اللہ تمھارا حامی و ناصر ہو۔ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ ہی اس لئے رکھا ہو کہ آج میں تمھارے کام آسکوں۔اب تم آرام کرو اور میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی اور پھر تم کو لے جاؤں گی۔ " ماریہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

پھر ماریہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی اور شہزادی صوفیہ کمرے میں رہ گئی۔ شہزادی صوفیہ نے پھل کھانا شروع کئے تاکہ اس کی توانائی بحال رہے کیونکہ اب اس کے سامنے یہ پرا سرار جنگل تھا جو نجانے کیسا تھا اور کیسے کیسے خطرات سے اس کا سامنا ہونا تھا۔ اب کے بار شہزادی صوفیہ نے ہمت سے کام لیا۔ اس کا دل تو چاہتا تھا کہ وہ اس وحشی قبیلے کو ختم کردے مگر اس کو جوش کی بجائے ہوش سے کام لینا تھا۔ اس نے سوچ لیا کہ اگر وہ زندہ اس جنگل سے نکل گئی تو شہنشاہ ایران سے کہہ کر اس قبیلے کا صفایا کروا دے گی۔

اب شہزادی صوفیہ کے سامنے ایک مشن تھا اس وحشی قبیلے کو ختم کرنے کا۔ اس کیلئے اس کا زندہ رہنا بے حد ضروری تھا۔ رات گہری ہوچکی تھی اور شہزادی صوفیہ اور ماریہ اپنی اس جھونپڑی سے نکلیں اور پھر نہایت آہستہ آہستہ سے چلتی ہوئیں اس جھونپڑی کے پیچھے آگئیں۔ جھونپڑی کے پیچھے کافی اندھیرا تھا اور وہ جھونپڑی سب قبیلے سے ہٹ کر تھی ۔ ماریہ نے شہزادی صوفیہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ شہزادی صوفیہ۔۔۔۔ ماریہ کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔دونوں نہایت خاموشی سے چلتی ہوئی قبیلے سے باہر کی جانب آگئیں۔

شہزادی صوفیہ نے دیکھا کہ اس قبیلے کے چاروں طرف وحشی پہرہ دے رہے تھے اور جگہ جگہ مشعلیں بھی روشن تھیں مگر ماریہ ان سب سے بچ کر جارہی تھی۔ ماریہ پتھروں کے پیچھے چھپ کر انتظار کرتی اور پھر شہزادی صوفیہ کو اشارہ کرتی تو وہ نہایت آہستہ سے وہ راستہ پار کر لیتی۔ چلتے چلتے اب وہ دونوں اس قبیلے کی سرحد کے نہایت پاس آ گئے تھے۔ اس قبیلے کی سرحد پر بڑے بڑے بانس لگے ہوئے تھے۔ وہ بانس سیدھا اوپر کی جانب جا رہے تھے۔ پھر دونوں طرف بانسوں کے اوپر پل بنا ہوا تھا۔ اس پل پر چار وحشی پہرہ دے رہے تھے۔ ان میں سے دو کے پاس تیر کمان اور دو کے پاس بھالے تھے۔ پل کے اوپر چار عدد مشعلیں بھی جل رہی تھیں۔ اسی طرح اسی بانسوں کے پل کے نیچے بھی مشعلیں روشن تھیں اور دس وحشی پہرہ دے تھے۔ان کے ہاتھوں میں نیزے ،بھالے اور تلواریں تھیں۔وہ سب اِدھر اُدھر نہایت چوکنے انداز میں پہرہ دے رہے تھے۔

ماریہ نے شہزادی صوفیہ کو اشارہ کیا کہ اس کے پیچھے آئے۔ شہزادی صوفیہ نے دیکھا کہ ماریہ نے ایک پتھر پکڑا اور اس کو زور سے اپنی مخالف سمت میں اچھال دیا۔ رات کا وقت تھا اور پتھر کی آواز اس جگہ

ایسے گونجی جیسے بم گرا ہو۔ پل کے اوپر پھرنے والے وحشی جلدی سے اس طرف دیکھنے لگے ۔ پل کے نیچے والے وحشی بھی بھاگتے ہوئے اس پتھر کی سمت چلے گئے۔

ماریہ نے شہزادی صوفیہ کو اشارہ کیا اور وہ دونوں تیزی سے اس پل کی دائیں جانب چل دیں۔ اس پل کے دائیں جانب ایک بڑی دیوار تھی جو کہ اندھیرے میں کالی سیا ہ لگ رہی تھی۔ ماریہ اس دیوار کے پاس آکر رک گئی۔ شہزادی صوفیہ بھی ماریہ کے پاس رک گئی۔

" صوفیہ۔۔۔اب تم کو یہاں سے آگے اکیلے جانا ہوگا۔ اس دیوار کے ساتھ یہ لمبی بیلیں جو لٹک رہی ہیں۔۔۔ ان کو پکڑ پکڑ کر تم دیوار پر چڑھ جانا اور اوپر جا کر یہ پتھر کی دیوار سیدھی ہوجائے گی۔ تم رینگ رینگ کر ۔۔۔ اس کو پار کرلینا۔ پھر تھوڑا دور جاکر یہ پھر اسی طرح پتھر کی دیوار بن جائے گی اور تم بیلوں کی مدد سے اس دیوار کے نیچے اتر جانا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے اور تم بخیر و خوبی اس خوفناک اور پراسرار جنگل سے باہر نکل جاؤ۔" ماریہ نے شہزادی صوفیہ کو سرگوشی میں ساری بات سمجھائی۔

شہزادی صوفیہ کو ایک دفعہ تو بہت ڈر لگا مگر اس نے اپنی ہمت جمع کی اور پھر ماریہ کو اپنے گلے لگایا۔

"میرے پاس الفاظ نہیں کہ میرا تمھارا شکریہ ادا کر سکوں۔تم نے میری زندگی بچائی ہے اور میرا تم سے وعدہ ہے کہ اگر میں اس خوفناک اور پراسرار جنگل سے زندہ بچ گئی تو اپنے اباجان سے کہہ کر اس قبیلے کا خاتمہ کروا دوں گی۔ اس قبیلے کے تمام افراد کو جہنم پہنچا دوں گی۔ اس وحشی قبیلے نے میرے پیارے شوہر اور تمھارے سارے خاندان کو مارا ہے تو اب ان کو حساب دینا ہوگا۔ تم کو بھی میں آزاد کروالوں گی۔میں واپس ضرور آؤں گی۔تم اپنا خیال رکھنا۔" شہزادی صوفیہ نے روتے ہوئے ماریہ کو گلے لگایا خدا حافظ کہا۔

ماریہ نے اپنے لباس سے پانی کی ایک چاگل نکالی اور شہزادی صوفیہ کو دی۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی کمر بند سے۔۔۔۔ اپنی تلوار علیحدہ کی اور شہزادی کے حوالے کردی۔پھر اس نے اپنی ٹانگ سے لباس کو ہٹایا اور خنجر کو اس کے پٹکے سمیت شہزادی کی ٹانگ پر باندھ دیا۔پھر ماریہ نے آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر شہزادی پر پھونک ماری

اور اس کو گلے لگا کرخود واپس چل دی۔

شہزادی صوفیہ۔۔۔۔ ماریہ کو واپس جاتے ہوئے دیکھنے لگی اور پھر شہزادی کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جنگل میں چلی گئی۔ شہزادی کے سامنے اب دیوار تھی جس کو پار کرکے شہزادی اس وحشی قبیلے کی پہنچ سے باہر جوسکتی ہے اور اپنی جان بچا سکتی ہے۔ شہزادی نے وہیں پر اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سجدہ کیا اور سجدے میں رو رو کر مدد کی درخواست کی ۔ پھر شہزادی نے اپنے زندہ بچنے اور شہزادہ نعمان کی مغفرت کی دعا کی اوراس پہاڑی بیلوں کو پکڑ پکڑ کر۔۔۔۔ نہایت آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگی۔ شہزادی ان بیلوں کی مدد سے اس پتھر کے اوپر چڑھتی گئی اور کافی کوشش اور ہمت کے بعد بالاآخر شہزادی اس پتھر کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس پتھر کے اوپر ایک ہموار میدان تھا جو کہ گھاس پھوس سے اٹا ہوا تھا۔ شہزادی صوفیہ نے اس گھاس پھوس کے میدان پر لیٹ کر اپنا سانس درست کیا اور کافی دیر تک لیٹی رہی۔اندھیرا کافی زیادہ ہو رہا تھا اور اس جگہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی بھی نہیں دے رہاتھا۔ شہزادی اب کمر کے بل لیٹ گئی۔ اوپر آسمان پر تارے چمک رہے تھے اور چاند کی روشنی بھی مدہم سی

پھیلی ہوئی تھی۔ شہزادی نے اپنا سر اٹھایا اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔ شہزادی نے اپنے بائیں جانب دیکھا تو اس کو اس وحشی قبیلے کی سرحدی باڑ نظر آئی۔ بانسوں سے بنا ہوا پل اس پتھر سے کم از کم دس فٹ نیچے نظر آرہا تھا۔ اس پل کے اوپر وہی چار وحشی پہرہ دے رہے تھے۔ جن میں سے دو کے پاس تیر کمان اور دو کے پاس بھالے تھے۔ پل کے اوپر چار عدد مشعلیں بھی جل رہی تھیں۔ اسی طرح اسی بانسوں کے پل کے نیچے بھی مشعلیں روشن تھیں اور دس وحشی پہرہ دے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں نیزے ، بھالے اور تلواریں تھیں۔وہ سب اِدھر اُدھر نہایت چوکنے انداز میں پہرہ دے رہے تھے۔ وہ سب اب بہت ہوشیار ہو چکے تھے کہ کہیں وہ انجانہ دشمن پھر سے ان پر حملہ کر دے۔

شہزادی اب اپنے پیٹ کے بل پر آہستہ آہستہ رینگنے لگی اور بغیر آواز کے آہستہ آہستہ آگے کی جانب بڑھنے لگی۔ وہ میدان کم از کم پچاس فٹ کے قریب تھا اور شہزادی کے رینگنے کی رفتار نہایت آہستہ تھی۔ شہزادی اسی رفتار سے رینگنے لگی اور پھر شہزادی نے وہ میدان پار کرلیا۔ اب شہزادی کے سامنے وہ پتھر ختم ہوگیااور پھر سے اسی طرح کی دیوار آگئی جس پر اسی طرح کی بیلیں تھیں۔ شہزادی نے ہمت کی اور اپنے

ہاتھوں سے ان بیلوں کو مضبوط طریقے سے پکڑ لیا ۔ شہزادی نے ان بیلوں کو کھینچ کر ان کی مضبوطی کا اندازہ کیا۔ پھر شہزادی نے اپنے پیروں کو نیچے کی طرف لٹکایا اور آہستہ آہستہ سے نیچے کی جانب کھسکنے لگی۔ دھیرے دھیرے سے شہزادی ان بیلوں کو پکڑ کر اس پتھر سے نیچے اتر گئی۔ شہزادی نے اس پتھر کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو اس کو قبیلے کی سرحد اپنے سے پچاس ساٹھ فٹ دور نظر آئی۔

اب شہزادی نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا اور ماریہ کی ہدایت کے مطابق اس نے اپنا رخ مغرب کی جانب کرلیا ۔ ماریہ کے مطابق شہزادی اگر چلتی رہی تو مغرب کی جانب سے یہ جنگل ختم ہوجائے گا اور اس کے اختتام پر کوئی نہ کوئی انسانی آبادی مل ہی جائے اور یوں شہزادی محفوظ ہوجائے گی اور وہاں سے اس کو مدد بھی مل جائے گی اور اپنے ملک ایران جا سکے گی۔ اب صبح ہونا شروع ہو چکی تھی اور شہزادی کو بھوک بھی لگ رہی تھی۔ شہزادی نے اپنی تھیلی سے پھل نکالے اور ان کو کھایا اور ساتھ ہی چاگل سے پانی پیا۔

شہزادی اب مغرب کی جانب آہستہ آہستہ آگے جانے لگی۔ شہزادی کو

کچھ آہٹ سنائی دی تو شہزادی نے فوراً اپنے آپ کو ایک درخت کے پیچھے چھپا لیا اور تلوار پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ شہزادی نے تلوار بازی، خنجر زنی، تیر کمان، نیزہ بازی اور دیگر ہتھیاروں کو چلانے کی تربیت ملک کے نامی گرامی اساتذہ سے لی تھی اور اس فن میں خوب تاک تھی۔ شہزادی نے دیکھا کہ اس کے سامنے سے جنگلی بھینسوں کا ایک غول گزر رہا ہے۔ شہزادی نے اپنے آپ کو درخت کی اوٹ میں چھپا لیا اور ان کے گزرنے کا انتظار کرنے لگی۔ وہ غول کافی بڑا تھا اور تیزی سے شہزادی کے سامنے سے گزرنے لگا۔

شہزادی صوفیہ اپنی پوری توجہ سے اب جنگلی بھینسوں کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک کسی نے پیچھے سے شہزادی کو دھکا دیا اور شہزادی آگے کی جانب لڑکھڑا گئی ۔ شہزادی نے اپنے آپ کو سنبھالا تھا کہ اس کے کانوں میں ایک زوردار اور دل دہلا دینے والی آواز سنائی دی۔ اس آواز کو سن کر ایک دفعہ تو شہزادی تو ڈر سی گئی۔۔۔۔ پھر شہزادی نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کس نے اس کو دھکا دیا ہے تو شہزادی کا رنگ خوف کے مارے اڑ گیا۔ شہزادی کے پیچھے ایک بھالو کھڑا تھا۔۔۔۔ کالا سیاہ بھالو۔ جو شہزادی کو گھور رہا تھا۔ شہزادی جلدی سے سنبھل گئی اور پھر جلدی

سے اپنی تلوار ہاتھ میں پکڑ لی۔ شہزادی نے اپنے قدم پیچھے بڑھائے تو وہ کالا بھالو بھی خوفناک آوازیں نکالتا ہوا شہزادی کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ بھالو قوی ہیکل اور طاقتور معلوم ہو رہا تھا۔اس نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔۔۔۔ اس کے ہاتھوں کے ناخن نہایت نوکیلے تھے۔وہ اپنی آنکھوں سے شہزادی کو گھور رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجے پھیلائے ہوئے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے شہزادی کو چیر پھاڑ دے گا۔

شہزادی نے آہستہ سے اپنے لباس سے خنجر بھی نکال لیا تھا اور اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ شہزادی نے بھالو پر نظریں جماتے ہوئے درخت کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ بھالو بھی شہزادی کے اب قریب آچکا تھا۔ اس نے منہ سے خوفناک آواز نکالی اور شہزادی پر حملہ کر دیا۔ شہزادی نے ایک لمحے میں اپنی جگہ چھوڑ دی اور بھالو سیدھا درخت سے جا ٹکرایا۔ جیسے ہی بھالو درخت سے ٹکرایا تو شہزادی نے فوراً اپنی تلوار کا وار کیا بھالو کی کمر پر ایک زخم لگا دیا۔ بھالو اس زخم کے لگنے پر زوردار آواز سے چیخا۔ اس کی آواز میں اتنی غراہٹ تھی کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے اڑ گئے۔ بھالو نے پلٹ کر شہزادی کی طرف دیکھا تو اس کی

آنکھوں میں خون اترتا ہوا محسوس ہورہا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایسا درد تھا کہ جیسے ابھی شہزادی کو مار گرائے گا۔ بھالو شہزادی کی جانب اب بڑھنے لگا۔ شہزادی بھی بھالو کے ایک ایک قدم کو غور سے دیکھنے لگی۔ پھر بھالو نے شہزادی نے اپنا ایک ہاتھ گھوما کر مارا تو شہزادی تیزی سے نیچے بیٹھ گئی۔ اگر شہزادی کو ایک لمحے کی دیر ہوجاتی تو بھالو کا بھاری بھرکم ہاتھ اس کی گردن توڑ کر رکھ دیتا۔ شہزادی نے اسی موقع کا فائدہ اٹھایا اور خنجر کا ایک بھرپور وار اس کے ہاتھ پر کیا۔ بھالو کو ایک لمبا زخم لگ گیا۔ بھالو کے منہ سے پھر سے چیخ نکلی۔

شہزادی جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ بھالو کے دونوں زخموں سے اب خون کی لکیریں نظر آرہی تھیں۔ بھالو اب گھوم کر پھر سے شہزادی کے سامنے آگیا۔ بھالو زخم لگنے کے باوجود مقابلہ کرنے کیلئے تیار تھا۔ وہ جیسے ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اس بھالو کے جسم میں جیسے دیو کی طاقت تھی۔ اب شہزادی اور بھالو دونوں پھر سے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ بھالو نے زوردار آواز کے ساتھ پھر سے شہزادی پر حملہ کردیا۔ شہزادی آہستہ آہستہ اب پیچھے ہٹنے لگی۔

شہزادی نے دیکھا کہ اس کے پیچھے درخت اس طرح سے تھے جیسے ایک دوسرے کو کراس کررہے ہوں۔ شہزادی کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور وہ پیچھے ہٹے ہوئے ان درختوں کے پاس آ گئی۔ بھالو نے بھاگتے ہوئے چھلانگ لگائی اور شہزادی تیزی سے ان درختوں کو پار کرگئی۔ بھالو کا کھلا ہوا منہ ان درختوں پر لگا اور بھالو نیچے گر گیا۔اس کے منہ سے خون نکل آیا اور اس کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔شہزادی نے جلدی سے بھالو کے کھلے منہ کے اندر خنجر مارا توخونی بھالو کی دردناک چیخوں سے جیسے جنگل گونج اٹھا۔ شہزادی نے جلدی سے آگے بڑھی اور بھالو کے دل کے مقام پر تلوار مار دی۔ شہزادی کی تلوار کا لگنا تھا کہ بھالو تڑپنے لگا۔ بھالو کے جسم سےخون نکلنے لگا اور وہ تھوڑی دیر بعد تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہوگیا۔ شہزادی نے اپنا خنجر اور تلوار نکالی اور وہیں ایک سائیڈ پر بیٹھ دھپ سے بیٹھ گئی۔اس خونی مقابلے نے شہزادی کو تھکا دیا تھا۔

باقی آئندہ شمارے میں۔۔۔۔۔

جادو کی انگوٹھی

سعید احمد

پرانے زمانے کا ذکر ہے۔ کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بہت پریشان رہتا تھا کیونکہ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس نے پیر فقیروں سے دعا بھی کروائی لیکن اس کی بیوی کی گود ہری نہ ہو سکی۔ اسی پریشانی میں وہ روز رات کو محل سے باہر نکل جاتا اور ایک ویران جگہ پر بیٹھ کر عبادت کرتا اور خدا سے رو رو کر اولاد کی بھیک مانگتا۔ ایک دن بادشاہ اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بزرگ ظاہر ہوا اور بولا، " اے بادشاہ!

اتنے دنوں سے کیوں پریشان اور ایسی حالت میں یہاں بیٹھے ہو۔ " بادشاہ نے ساری حقیقت بیان کر دی۔

یہ سن کر اس بزرگ نے بادشاہ کو ایک لاٹھی دی اور کہا، "اسے بیری کے پیڑ پر مارو۔اگر بیر گرا تو بیٹا پیدا ہوگا۔اگر پتہ گرا تو بیٹی ہوگی۔اور یاد رکھو۔ اگر بیٹی ہوئی تو اس کا مقدر ایک گھوڑے کے ساتھ جڑا ہوگا اور یہ انگوٹھی ہے۔ اسے بیٹی کی چھوٹی انگلی میں پہنا دینا۔ اور یہ جادو کی کراماتی انگوٹھی ہے۔جو شہزادی کے بہت کام آئے گی اور اس کو بہت احتیاط سے سنبھال کر رکھنا ہوگا۔ جہاں کہے گی یہ انگوٹھی اسے اڑا کر وہاں پہنچا دے گی۔ " اس بزرگ نے اتنا کہہ کر بادشاہ کو لاٹھی اور انگوٹھی دی اور غائب ہو گیا۔

بادشاہ نے جب وہ لاٹھی پیڑ پر ماری تو اللہ کی قدرت صرف ایک پتہ گرا۔بادشاہ نے اسے اٹھا لیا اور دھو کر رانی کو کھلا دیا۔ ایک سال بعد بادشاہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔بادشاہ نے بہت خوشی منائی اور خدا کا شکر گزار ہوا۔ اس کا نام گل مہک رکھا گیا۔ شہزادی آج چھوٹی کل بڑی ہو گئی۔ بادشاہ کو شہزادی کی شادی کی

فکر ہوئی۔ایک دن بادشاہ نے وزیر سے کہا، "تم سفر کا سامان باندھو اور کسی کو ساتھ لو اور کسی ملک جاکر شہزادی کے لیے شہزادے کو تلاش کرو اور رشتہ لے کر آؤ۔اور میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ لہٰذا شہزادہ ایسا ہو۔ جو ہمارے پاس رہے اور ہمارے بعد میں ہمارا ملک اور ہماری سلطنت سب کچھ سنبھالے۔ " بادشاہ سلامت کے حکم پر وزیر بہت سے ملکوں سے گزرتا ہوا آخر کار ایک بادشاہی میں جا پہنچا۔

اس ملک کی ملکہ ایک خوبصورت شہزادے کی ماں تھی اور وہ جادوگرنی تھی۔ اس کو شہزادی مہک کی پیدائش اور گھوڑے کے ساتھ اس کے تقدیر لکھی ہونا اور کرامت والی انگوٹھی کی پہلے سے خبر تھی۔ اس نے وہ جادو کی انگوٹھی کو حاصل کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو کوئی ایسا منتر سکھایا ہوا تھا۔ جسے پڑھ کر وہ ایک دم گھوڑے کے روپ میں آ جاتا تھا۔ وزیر کو وہ شہزادہ بہت پسند آیا تھا اور اس کی ماں جادوگرنی نے بھی حامی بھر لی تھی۔ وزیر شہزادے کی بات وہاں پکی کر آیا اور آکر بادشاہ کو سارا احوال بتا دیا اور کہا، " شہزادہ گھوڑے کی پوشاک بھی پہنتا ہے۔ " یہ سن کر بادشاہ کو

بزرگ والی والی بھی یاد تھی۔ بادشاہ بھی راضی ہو گیا۔ آخر شہزادی کی شادی شہزادے سے کر دی۔ دونوں میاں بیوی ایک الگ محل رہنے لگے۔ بادشاہ سلامت نے ان کو الگ محل بنوا کے دیا تھا۔ جہاں دن رات غلام اور نوکرانیاں ہاتھ باندھے ان کی خدمت میں کھڑی رہتیں۔ شادی کے بعد شہزادے کا یہی دستور تھا۔ جب دل کرتا گھوڑے کا لباس پہن لیتا۔ شہزادی کی ماں کو اس بات کا بڑا رنج تھا اور بیٹی کی قسمت پر دل ہی دل میں کڑھتی رہتی۔ آخر کار سوچتے سوچتے اس نے ایک دن اپنی خاص کنیز سے کہا، "جب شہزادہ رات کو اپنی پوشاک اتارے تو موقع پا کر چپ چاپ اسے اٹھا کر کہیں گم کر دینا۔ اس کا تجھے خاص انعام ملے گا۔ " چنانچہ ایک رات جب شہزادہ اور شہزادی سو رہے تھے تو اس کنیز نے موقع پا کر شہزادے کی وہ پوشاک چرا لی اور کہیں لے جا کر جلا ڈالی۔ شہزادے کو جب خبر ہوئی اسے بہت دکھ پہنچا اور وہ ڈر گیا کہ اب میری ماں کو پتا چلے گا تو پتا نہیں وہ کیا کر ڈالے گی۔ جادوگرنی نے اس پوشاک پر اور اس دھاگہ پر۔۔۔۔ جو شہزادے کے ہاتھ پر بندھا ہوا تھا۔ اس پر جادو کیا ہوا تھا۔ جس کے وجہ سے وہ شہزادہ اپنی ماں کے زیر اثر رہتا تھا۔اب وہ اس سحر سے آہستہ آہستہ

نکل رہا تھا۔

جادوگرنی کو جب یہ اطلاع ملی تو پریشان ہو گئی۔ دل میں سوچا کہ اب میرے بیٹے کی خیر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ میرے پڑھے ہوئے دھاگوں کے سحر سے نکل گیا ہے۔ وہ برق رفتاری کے ساتھ اور بجلی کی رفتار کے ساتھ بیٹے کے محل میں پہنچی اور بہو کی کراماتی انگوٹھی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی اور آتے ہی اپنے بہو پر ایسا محبت بھرا ہاتھ پھیرا اور چکنی چپڑی باتیں کرنے لگی۔ شہزادی بہت خوش ہوئی اسے اپنا ماں سمجھ کر اپنی آنکھوں پر بٹھا لیا۔ ایک روز شہزادی غسل کر کے جب باہر ائی تو اپنی انگوٹھی ادھر غسل خانے میں ہی بھول آئی۔ جادوگرنی کو جو موقع ملا تو انگوٹھی کو اپنے قبضے میں کر لیا اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر فضا میں بلند ہو گئی۔

شہزادی کو جب یہ خبر ہوئی بہت پچھتائی اور رو رو کر نڈھال ہو گئی۔ اس نے شہزادے کو خود ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا۔ اپنے باپ سے اجازت لی اور ایک گھوڑا ساتھ لیا۔ مردانہ روپ بدلا اور شوہر کے تعاقب میں چل پڑی۔ چلتے چلتے تھوڑے ہی دنوں میں شہزادی

اپنے شوہر کے ملک میں پہنچ گئی۔ پھر وہ ایک جنگل میں پہنچی۔ شہزادی نے گھوڑے کو ایک طرف باندھا اور خود درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ رات ہونے کے بعد شہزادی کا شوہر ایک پری کے ساتھ اس درخت کے نیچے آ کر چوپڑ کھیلنے لگا۔ وہ بہت خوش لگ رہے تھے۔ شہزادی نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔وہ آنسو اتفاق سے اس کے شوہر کے اوپر گرے۔ شہزاد نے گردن اٹھا کر اوپر دیکھا تو حیران رہ گیا اور شہزادی کو پہچان لیااور اشارے سے بتایا کہ خاموش بیٹھی رہو ورنہ یہ پری تجھے مار دے گی۔ یہ اشارہ ملتے ہی شہزادی نے خاموشی اختیار کر لی۔

صبح ہوتے ہی پری نے شہزادے سے اجازت لی اور وہاں سے پرواز کر گئی۔ پری کے جانے کے بعد شہزادے نے شہزادی گل مہک کو نیچے اترنے کو کہا۔ شہزادی درخت سے نیچے اتری پھر رو کر اپنی حالت بیان کی اور اس سے بے وفائی کا گلہ کیا۔ یہ سن کر شہزادے نے کہا، "میری ماں ایک جادوگرنی ہے۔ وہ تجھے ہلاک کر دے گی اور اس نے میری شادی اس پری سے کرنے کا فیصلہ

کر لیا ہے اور تمہیں اپنے پاس کیسے رکھ سکتا ہوں۔ ایک مشورہ ہے کہ تم اس کی پاس کنیز یا نوکرانی بن کر جاؤ۔اس طرح ہم ساتھ رہ سکتے ہیں۔"

یہ سن کر شہزادی نے کہا، " تمہارے بغیر میری زندگی بیکار ہے۔ کسی بھی صورت مجھے خود سے جدا نہ کرو۔ تم جو کہو گے میں کرنے کو تیار ہوں۔ " آخر شہزادہ اپنی بیوی کو لیکر اپنے گھر پہنچا اور ماں سے ملایا۔ اور منت سماجت کر کے کنیز بنا کر کے اپنے گھر رکھ لیا۔ اس کی ماں بڑی ظالم تھی۔ وہ اس بیچاری سے سخت کام لینے لگی ۔ایک روز اس نے سرسوں اور گیہوں کی دو بوریاں ایک دوسرے میں ملا دی اور شہزادی سے کہا ، " اس ڈھیر میں سے سرسوں الگ کر کے بوری میں بھر کے رکھ دو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ " یہ سن کر شہزادی سوچ میں پڑ گئی۔جب اس کا شوہر آیا تو ساری بات بتائی۔ شہزادہ بھی جادوگر ماں کا بیٹا تھا۔اسے بھی کئی منتر اور فن آتے تھے اور بہت سے دیو اس کے غلام تھے۔ اس نے فوراً دیوؤں کو حکم دیا کہ یہ کام پل میں کر دو۔حکم کی دیر تھی پلک جھپکتے کام ہو گیا۔ شہزادی کو اپنی انگوٹھی کی تلاش تھی وہ موقع پا کر اپنی انگوٹھی حاصل کرنا چاہتی تھی مگر اسے کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔

شہزادے کی ماں نے جو سرسوں اور گیہوں کو الگ الگ دیکھا تو سمجھ گئی کہ یہ کام میرے بیٹے کا ہے۔دوسرے دن اس نے شہزادی سے کہا ،" جھاڑیاں اور لکڑیاں ملا کر اس سے گارا بنا کر دیوار بناؤ اور اس پر گارے کا لیپ کرو۔ " شہزادی نے یہ بات بھی جا کر اپنے شوہر کو بتائی۔ پھر اس نے دیوؤں کو حکم دیا جنہوں نے گھڑی بھر میں دیوار بنائی اور لیپ کردیا۔ جادوگرنی نے یہ منظر دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ میرا بیٹا اس کنیز پر عاشق ہے۔ اس لیے کہیں جاتا بھی نہیں ہے۔اس لیے جادوگرنی نے اپنے جادو سے معلوم کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ نوکرانی نہیں ہے یہ تو وہی شہزادی ہے۔ وہ ایک دم سے فکرمند ہوگئی اور یہ شہزادی کبھی نہ کبھی میرے بیٹے کو ضرور لے جائے گی تو کیوں نہ اسے کسی طریقے سے اسے مروا دیا جائے۔

یہ سوچ کر ایک دن جادوگرنی نے چٹھی لکھ کر شہزادی کو دی کہا۔ یہ میری بہن کے پاس لے جاؤ جو دوسرے شہر میں رہتی ہے۔ اس کی یہ بہن ایک چڑیل اور جادوگرنی تھی اور ایک ٹانگ سے لنگڑی تھی۔ شہزادی یہ چٹھی لے کر چل پڑی۔ راستے میں اس کا شوہر مل گیا۔ جسے شہزادی نے یہ بات بتا دی۔ شہزادے نے چٹھی لے کر پڑھی تو

اس میں لکھا تھا، "یہ میرے بیٹے کی دشمن ہے۔ جب تیرے پاس پہنچے تو اسے جان سے مار دو۔ " شہزادے نے وہ چٹھی پھاڑ دی اور دوسری چٹھی پر لکھ دیا، "یہ میری بہو بہت اچھے گن والی ہے تم اسے پیار محبت سے پاس رکھنا۔ "پھر شہزادی کو بتایا کہ جب تم ڈھول کی آواز سنو تو میری خالہ کو اگ میں دھکا دے کر فورا گھر سے باہر نکل آنا پھر ہم ادھر سے اپنے ملک نکل جائیں گے۔ یہ سن کر شہزادی آگے روانہ ہوگئی۔

کچھ دنوں بعد جادوگرنی کو یقین ہو گیا کہ اس کی بہو مر کھپ گئی ہوگی۔ پھر اس نے شہزادے کو دلہا بنایا اور کہا، "ہم پری کے دیس چلتے ہیں اور تیری شادی اب پری سے ہوگی۔ پہلے اپنی بہن کے گھر چلیں گے۔"

پھر وہ ڈھول والوں کے ساتھ اپنی بہن کے گاؤں روانہ ہو گئی۔ راستے میں شہزادہ اکڑ کر بیٹھ گیا اور ضد کرنے لگا کہ مجھے کراماتی انگوٹھی مجھے دو۔ ورنہ میں آگے نہیں جاؤں گا۔ ادھر ہی بیٹھا رہوں گا۔ جادوگرنی نے اس کی بہت منت سماجت کی مگر

شہزادہ نہیں مانا۔ مجبوراً جادوگرنی کو وہ کراماتی انگوٹھی اسے دینی پڑی۔ جسے شہزادے نے فوراً اپنی انگلی میں پہن لی۔ پھر وہ آگے روانہ ہو گئے۔ جب اپنی بہن کے گھر پہنچے تو شہزادی نے ڈھول کی آواز سنی تو وہ سمجھ گئی کہ اس کا شوہر آ پہنچا ہے۔ وہ باہر کی جانب لپکی تو لنگڑی جادوگرنی نے اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ شہزادی نے اسے دھکا دے کر جلتے ہوئے آتش دان میں پھینک دیا۔ جہاں اسے آگ لگ گئی اور وہ وہ اس آگ میں جل کر کچھ ہی دیر میں ختم ہو گئی۔ شہزادی باہر نکل آئی اور فوراً شہزادے کے پاس پہنچ گئی۔ شہزادے کی ماں جادوگرنی اپنی بہن کے گھر میں داخل ہو گئی۔ پھر شہزادے نے شہزادی کو بتایا، "میں نے انگوٹھی اپنی ماں سے حاصل کر لی ہے۔"

پھر اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر شہزادی کو دے دی۔ جسے شہزادی نے فوراً اپنی انگلی میں پہن لی۔ پھر شہزادے نے کہا، "جلدی کرو۔ یہاں سے نکلیں ورنہ ماں آ جائے گی۔" شہزادی نے کہا، "فکر نہ کرو۔" اتنا کہہ کر وہ بھی گھر میں داخل ہو گئی تو دیکھا وہ اس کی ساس جادوگرنی اپنی بہن کی لاش کے پاس بیٹھی رو رہی ہے۔ شہزادی نے فوراً انگوٹھی کو رگڑا تو دو ہٹے کٹے دیو نمودار ہو گئے اور

بولے، " کیا حکم ہے شہزادی صاحبہ۔ " شہزادی نے کہا، "اس جادوگرنی کو آتش دان میں پھینک دو۔ " یہ سن کر ان دیوؤں نے اس جادوگرنی کو اٹھا کر آتش دان میں پھینک دیا۔ وہ جادوگرنی چیختی چلاتی رہ گئی۔تھوڑی دیر میں وہ بھی جل کر کوئلہ ہو گئی۔پھر شہزادی ان دیوؤں کو لے کر باہر آئی اور شہزادے سے کہا، " تمہاری ماں نے اجازت دے دی ہے اور یہ دو دیو ساتھ بھیجے ہیں۔ ایک پر آپ بیٹھیں میں دوسرے دیو پر بیٹھتی ہوں۔ " پھر شہزادی نے ان دیوؤں کو اپنے ملک جانے کا حکم دیا۔ پھر ان دیوؤں نے تھوڑی دیر بعدشہزادی کے ملک پہنچا دیا۔شہزادی کے ماں باپ نے جب ان دونوں کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور خیرات تقسیم کی۔ پھر شہزادہ اور شہزادی گل مہک اپنے محل میں ہنسی خوشی رہنے لگے۔

(سندھی ادب سے ماخوذ)

سرگوشی

محمد عثمان علی

رات کا وقت تھا۔ چاند آسمان میں کسی اداس چراغ کی طرح لٹکا ہوا خاموش روح جیسی پراسرار روشنی پھیلا رہا تھا۔ سیاہی مائل آسمان جگ مگ کرتے ہوئے تاروں سے ایسے دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے لاتعداد ننھے جگنوؤں نے اس کے سینے پر اپنے گھر بنا رکھے ہوں۔

اس چھوٹے سے گاؤں ''شاہ پور'' کی گلیاں سنسان تھیں۔ صرف کبھی کبھار کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دیتی تھیں۔ گاؤں کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو رہے تھے۔

اس گاؤں شاہ پور میں دو بہترین دوست رہتے تھے۔

ایک کا نام ارسلان تھا اور دوسرے کا نام شمائل.....
دونوں ساتویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ ان دونوں کی طبیعت کچھ ایسی تھی کہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مہم جوئی میں لگے رہتے تھے۔ وہ دونوں کچھ نہ کچھ ایسا کر گزرتے تھے کہ جن سے وہ آئے دن لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتے رہتے تھے۔ اس وقت ارسلان کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا اپنا سبق دہرا رہا تھا۔ اس نے سرمئی رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ باہر ہلکی ہلکی چلتی ہواؤں سے پیڑ پودوں کے پتے اور نازک شاخ جھول رہے تھے۔ وہ بڑے انہماک سے اپنی پڑھائی میں مشغول تھا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ جبکہ باہر کو کھلنے والی کھڑکی کے پٹ ادھ کھلے ہوئے تھے۔ جہاں سے تازہ ہوا کے سرد مرغولے کھڑکی سے ٹکرا کر اندر آرہے تھے۔ اکتوبر کا مہینہ چل رہا تھا۔ جس کے اختتامیہ دن چل رہے تھے۔

''ارسلان..... ارسلان.....!''

اچانک ارسلان کو دھیمی آواز سنائی دی تو وہ یکلخت چونک پڑا۔ اس نے کمرے کے دروازے کی طرف

دیکھا۔ مگر درواز بدستور بند تھا۔ کمرے میں اس کے علاوہ بھی کوئی اور موجود نہ تھا۔

''ہوں.....'' اس نے اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹکا اور واپس پڑھائی میں مگن ہوگیا۔

ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک ایک بار پھر اس کے کانوں کے ساتھ ایک آواز سنائی دی۔ ''ارسلا.....ن..... ارسلان.....!!''

اس بار آواز نہایت قریب سے سنائی دی تھی۔ یہ سرگوشیانہ آواز تھی۔ جیسے کسی نے نہایت سرگوشی میں ارسلان کو پکارا ہو۔ اس بار اس نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی کتاب کو یکلخت بند کیا اور نہایت چوکنے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ کیا واقعی کوئی آواز تھی.....؟ یا یہ اس کا وہم تھا.....؟ اس نے آس پاس دیکھتے ہوئے سوچا۔

'' کک..... کک..... کون..... کون ہے.....؟''

ارسلان نے تھوک نگلتے ہوئے باہمت ہوکر جواباً پوچھا۔

آواز پھر آئی:

''ارے یار۔ باہر آؤ تم۔ یہ میں ہوں۔ .....''

اس بار آواز مزید قریب سے سنائی دی تھی۔ جسے بخوبی سنا جا سکتا تھا۔ ارسلان نے اس بار بغور سنا تھا۔ اس کو یہ آواز جانی پہچانی سی لگی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر کھڑکی کے پٹ مکمل کھول دیئے اور سر نکال کر باہر دیکھنے لگا۔ اس کا دوست شمائل باہر کھڑکی سے کچھ فاصلے پر دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ کھڑکی کے کھلتے ہی وہ پاس آ گیا۔ شمائل نے بھی ارسلان جیسا سرمئی رنگ کا شلوار قمیض پہنا ہوا تھا۔

'' تم..... اس وقت.....!'' ارسلان نے شمائل کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

''ہاں۔ میں ہوں.....'' شمائل نے کہا۔

'' مگر اس وقت کیوں.....؟ کیا ارادے ہیں.....؟'' ارسلان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

'' تم باہر آؤ.....'' شمائل نے ارسلان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

'' اچھا آتا ہوں.....'' ارسلان نے کہا اور پھر وہ

کھڑکی میں سے ہی کودتے ہوئے کمرے میں سے باہر نکل آیا۔

''اب بتاؤ..... کیا ہے.....؟'' ارسلان نے کہا۔

شمائل نے فریم لائٹ آن کی اور کہا: ''یار ارسلان سنا ہے کہ اس کنویں پر کچھ چراغ جلتے ہیں۔ گاؤں میں لوگ آج دوپہر اس کنویں سے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سوچا ہم دونوں آج رات وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ آیا گاؤں والوں کی بات سچ ہے یا جھوٹ۔''

''لیکن وہاں کوئی سرگوشی کرتا ہے۔'' ارسلان حیرت سے بولا۔

شمائل اس کی بات پر ہنس پڑا اور بولا۔ '' تو کیا ہوا۔ سرگوشی ہے تو ہم سنتے ہیں وہاں جا کر..... آخر وہ کس چیز کی سرگوشی ہے۔ کیا ہواؤں کے چلنے کی سرگوشی ہے یا کچھ اور.....''

''مگر.....'' ارسلان تذبذب ہوتے ہوئے بولا۔

''اگر مگر کو چھوڑ..... تو چل رہا ہے یا نہیں.....؟''

شمائل نے پوچھا۔

ارسلان بولا۔ ''اچھا نا چلتا ہوں.....''

''چلو پھر.....'' شمائل نے کہا۔ ارسلان نے مڑ کر کھڑکی کے پٹ بند کیے اور پھر وہ دونوں ایک طرف چل دیے۔

ارسلان کے گھر سے کچھ دور عقبی طرف وہ کنواں موجود تھا۔ وہ کنواں کافی پرانا تھا۔ اس کنویں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہاں رات کو کسی کی سرگوشی سنائی دیتی ہے۔ جو کسی جن، بھوت پریت کی ہوسکتی ہے۔ گاؤں والے کہتے تھے کہ کنواں بھوتیا ہے، اس لیے وہاں کسی کو کبھی نہیں جانا چاہیے۔ ارسلان اور شمائل چلتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے، جہاں وہ پراسرار اور بھوتیا کنواں موجود تھا۔ کنویں کے قریب خاموشی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے درختوں کی پتیاں ہلا رہے تھے۔ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے کنویں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شمائل نے دائیں ہاتھ میں فریم لائٹ ٹارچ پکڑی ہوئی تھی۔ زمین پر بڑی بڑی گھاس اور خودرو جھاڑیاں اُگی ہوئی تھی۔ کنویں کی

دیواروں پر کافی زیادہ ہریالی جمی ہوئی تھی۔ کچھ فاصلے پر دو درخت موجود تھے۔ جو زیادہ گھنے نہیں تھے۔ رات کی وجہ سے وہ سیاہی مائل دکھائی دے رہے تھے۔ ان درختوں کے پرے کافی دور گاؤں موجود تھے۔ جہاں مختلف گھروں کی روشنیاں یہاں سے نظر آرہی تھیں۔ اچانک..... کنویں کے اندر سے پانی کی ہلکی سی لہر کی آواز آئی۔ جیسے کوئی چیز پانی میں گری ہو۔

''یہ کیا تھا.....'' ارسلان نے چونک کر تیز لہجے میں کہا۔ ''ایسا لگتا ہے جیسے پانی میں کوئی چیز گرائی گئی ہو۔''

''ہاں۔ تم نے بالکل ٹھیک سنا ہے.....'' شمائل نے کہا۔ وہ بھی حیرت سے فریم لائٹ سے روشنی مارتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔ مگر روشنی چاروں طرف پھیلا کر بارہا دیکھنے پر کچھ نظر نہیں آیا۔''حیرت ہے۔ وہ آواز تو میں نے بھی سنی تھی۔''

''میری مدد کرو۔ میری آواز سنو.....'' اچانک ان دونوں کو ایک ساتھ نہایت سرگوشیانہ آواز سنائی دی تو وہ دونوں حقیقی طور پر اُچھل پڑے۔ شمائل کے ہاتھ سے

لائٹ نیچے گر گئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ ہی گئے تھے اور گھبرا کر دونوں ہی کئی قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔

''یہ کیا ہے.....؟'' شمائل نے پریشانی میں بولا۔'' وہ سرگوشی..... جیسے کوئی مدد کے لیے مجبوری میں پکار رہا ہو۔''

''ہاں..... واقعی۔ لگتا ہے کوئی مجبور ہے، کسی کو مدد چاہیے۔'' ارسلان نے کہا۔

'' یار ارسلان دیکھنا..... کہیں واقعی کوئی بھوت ہی نہ ہو.....!'' شمائل نے مصنوعی خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

'' تو کیا ہوا۔ بھوت سے دوستی کر لیں گے۔ چلو ہماری پڑھائی وغیرہ میں مدد کر دیا کرے گا.....'' ارسلان نے کہا تو شمائل ہنس پڑا۔

''دوستی کی بجائے وہ اگر تم کو چمٹ گیا تو..... ارے باپ رے..... مجھے تو سوچ کر ہی ہنسی آرہی ہے۔ تم بھوت بن کر کیسے لگو گے۔ ہاہا.....ہاہاہاہا.....!!'' شمائل بولتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ

پایا اور کھلکھلا کر زور زور سے ہنسنے لگا۔

'' ہنس لو بچو..... اور ہنس لو.....'' ارسلان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ پن سے کہا۔ '' میں سب سے پہلے تم پر چڑھ دوڑوں گا۔ پھر تم سے سارے الٹے کام کرواؤں گا۔ جن پر سب لوگ تم پر قہقہے لگائیں گے۔''

'' ارے یار ایسا ظلم مت کرنا۔ مجھ سے سیدھے کام ٹھیک سے نہیں ہوتے اور تم الٹے کام کرواؤ گے۔ خدا کا خوف کرو.....'' شمائل نے گھبرانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا تو اس کے اس انداز پر ارسلان ہنس پڑا۔

'' مدد.....میری مدد کرو.....'' اس سے پہلے کہ شمائل کچھ کہتا اسی وقت ان کو پھر سے سرگوشی سنائی دی۔ وہ دونوں چونک کر کنویں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

'' یہ.....یہ..... آواز تو اس کنویں میں سے آئی ہے۔'' ارسلان نے کہا۔

''ہاں..... چلو دیکھتے ہیں۔'' شمائل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دونوں آہستہ آہستہ محتاط انداز میں چلتے ہوئے

کنویں کے نزدیک پہنچ گئے۔ دونوں نے کنویں کی دیوار پر ہاتھ جماتے ہوئے جھک کر اندر دیکھا۔ اندر اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ شمائل نے کنویں میں لائٹ ماری تو ان کو اندر کچھ چمکتا ہوا نظر آیا۔

''ارے وہ نیچے کچھ چمک رہا ہے.....'' شمائل نے چونکتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ سونا ہوگا.....!'' ارسلان نے پرخیال انداز میں کہا۔

''کیا پتہ.....!'' شمائل نے کہنا چاہا مگر ایک بار پھر وہی سرگوشی ان دونوں کو سنائی دی۔ '' مجھے باہر نکالو..... میں برسوں سے قید ہوں۔ میری مدد کرو اس کنویں میں سے نکلنے میں.....''

دور کنویں کی گہرائی میں سے آتی ہوئی سرگوشیانہ آواز کافی مدھم تھی۔ آواز کا تعین صاف بتا رہا تھا کہ یہ آواز اس کنویں کی گہرائی میں سے آئی ہے۔ یہ دونوں دوست ایک لمحے کے لیے ڈر گئے۔ لیکن مہم جوئی کے شوق نے انہیں ثابت قدم رکھا۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کا

ڈر کر بھاگ چکا ہوتا۔

''کون ہے نیچے.....؟'' دونوں بیک وقت بولے۔

وہی سرگوشی ان کو دوبارہ سنائی دی۔ '' میں ٹارنوش ہوں۔ میری مدد کرو۔ مجھے یہاں سے نکالو۔''

'' ٹارنوش.....!'' وہ دونوں حیرت سے بولے۔ '' کیا تم کوئی بھوت ہو.....؟''

'' نہیں میں کوئی بھوت نہیں ہوں.....''

'' پھر کوئی جن ہوگے تم۔ جس کو کسی نیک بزرگ نے اس کنویں میں قید کر دیا ہوگا۔ جیسے بوتل والے جن کو کسی نیک بزرگ نے بوتل میں قید کیا تھا۔''

''نہیں۔ میں جن نہیں ہوں.....'' سرگوشی نے کہا۔

''پھر کون ہو تم یار.....؟'' شمائل نے پوچھا۔ اس بار اس جواب ندارد۔ وہ سرگوشی دوبارہ سنائی نہیں دی۔

''یہ کون ہوسکتا ہے.....؟ کم از کم ایک انسان تو نہیں ہوسکتا۔ پتہ نہیں کب سے وہ اس کنویں میں موجود ہے۔'' ارسلان نے کہا۔

''ہاں تم ٹھیک کہتے ہو.....'' شمائل نے کہا۔ ''ہم ایسے

کرتے ہیں کہ واپس چلتے ہیں اور کل رات کو ایک مضبوط رسی لے کر دوبارہ یہاں آتے ہیں۔ پھر رسی کے سہارے کنویں کے اندر جار کر دیکھیں گے۔''

پھر وہ دونوں اس بات پر متفق ہوتے ہوئے واپس چل دیئے۔

☆.....☆.....☆

اگلی رات وہ دونوں ایک مضبوط رسّی لے کنویں پر پہنچ گئے۔ کنویں کے کنارے رسّی باندھ کر شمائل اندر اترنے لگا جبکہ ارسلان کنویں کی دیوار کے پاس رسی کو پکڑے کھڑا تھا۔ کنویں کے اندر کافی اندھیرا تھا مگر شمائل کے ہاتھ میں فریم لائٹ تھی۔ جس کی وجہ سے کنویں کے اندر روشنی پھیل چکی تھی۔

''کچھ دکھائی دیا شمائل.....؟'' ارسلان نے اندر جھانکتے ہوئے شمائل کو آواز دے کر پوچھا۔

''نہیں.....'' شمائل نے جواباً کہا۔

''اور وہ سونے جیسی چمکتی چیز.....؟'' ارسلان نے

کہا۔ ’’ جو کل رات ہم نے دیکھی تھی.....!‘‘

شمائل بولا۔ ’’ یہاں تو کچھ نہیں ہے۔ وہ سونے جیسی چمکتی چیز نجانے کیا تھی۔ یہاں صرف خودرو جھاڑیاں، گھاس، ہریالی اور شاید نیچے پانی بھی ہو۔‘‘

شمائل نے ابھی اتنا ہی بولا تھا کہ اچانک کنویں کے اندر دیوار میں سے کوئی ہاتھ شمائل کو اپنے پاؤں پر محسوس ہوا۔ اس ہاتھ نے شمائل کا پاؤں پکڑ لیا تھا۔ شمائل نے گھبرا کر نیچے کی طرف دیکھا۔ اس کو کوئی ہاتھ دکھائی نہ دیا۔

’’ارسلان.....! مجھے اوپر کھینچو.....!جلدی سے اوپر کھینچو.....‘‘ شمائل تیز لہجے میں اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے چلایا۔ ارسلان نے سٹپٹا کر پوری طاقت لگاتے ہوئے رسّی کھینچنی شروع کردی۔ کچھ ہی دیر میں شمائل کنویں میں سے باہر آچکا تھا۔اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

’’کچھ..... کچھ تھا اندر.....!‘‘ وہ خوف زدہ لہجے میں بولا۔

’’ کیا .....؟‘‘ ارسلان نے پوچھا۔

اس سے پہلے شمائل ارسلان کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک ایک سرد ہوا کا جھونکا ان دونوں کے قریب سے گزرا اور پھر سرگوشی نما آواز سنائی دی۔ ''تم دونوں میری مدد کیے بغیر نہیں جا سکتے..... تم دونوں کو میری مدد کرنا ہوگئی۔''

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف ششدر نگاہوں سے دیکھا۔ وہ منہ سے کچھ نہ بولے۔ اب ان دونوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ انسان کی نہیں بلکہ کسی بدروح کی آواز ہے۔ ایک ایسی بدروح جو نجانے کب سے اس کنویں میں قید تھی۔

'' شش..... شم.....شما.....ئل..... شمائل.....'' ارسلان کے منہ سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔ آج تک ان دونوں کا پالا حقیقی طور پر کسی جن، بھوت پریت، بدروح وغیرہ سے نہیں پڑا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج دونوں کی گھگھی بند گئی تھی۔ آج زندگی میں وہ دونوں پہلی بار خوف زدہ ہوئے تھے۔

'' ہاں.....'' شمائل نے گھگیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے بھاگ..... اگر زندگی بچانی ہے.....“

پھر وہ دونوں سرپٹ بھاگتے چلے گئے۔ ان کی فریم لائٹ وہیں کنویں کے پاس جھاڑیوں میں گر چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

اگلے دن وہ دونوں اسکول نہ جاسکے۔ دونوں کی طبیعت خراب ہوچکی تھی۔ راستے میں بھاگتے وقت دونوں پانی کی چھوٹی کھالی، جو کھیتوں میں پانی دینے کے لیے بنائی جاتی ہے..... میں گر گئے تھے۔ پانی ٹھہرا ہوا اور ٹھنڈا تھا۔ اس لیے بھی دونوں کو ہلکے ٹیمپریچر کا بخار ہوگیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اسکول سے چھٹی کر لی۔ پھر کچھ گھنٹوں بعد وہ دونوں ملے اور رات ہونے والی صورت حال کے بارے میں بات چیت کرکے اس فیصلے پر پہنچے کہ مولوی عبداللہ نیاز صاحب کے پاس جانا چاہیے۔ اس معاملے میں وہی ان کی مدد کرسکتے ہیں۔

اس گاؤں میں وہی علم رکھنے والے، سمجھدار اور نیک شخص تھے۔ جو ماورائی اور روحانی معاملات سے تعلق رکھتے تھے۔

وہ دونوں مولوی صاحب کے گھر پہنچے۔ مولوی عبداللہ نیاز صاحب ان کو گھر پر ہی مل گئے۔ ان کی عمر لگ بھگ پچاس سال ہوگئی۔ ان کے چہرے پر لمبی باریش داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ چہرہ کی رنگت نہایت صاف اور گوری تھی۔ اس وقت انہوں نے سفید رنگ کا بالکل سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ جبکہ سر پر سفید عمامہ رکھا ہوا تھا۔

ارسلان اور شمائل نے ان کو فوراً نہایت ادب و احترام سے سلام کیا اور پھر ان کو ساری بات سچ سچ بتا دی۔ مولوی صاحب نے ان کی باتوں کو غور سے سنا اور پھر انہوں نے اپنی آنکھیں بند کرلی۔ ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ جیسے وہ کچھ پڑھ رہے ہوں۔ ارسلان اور شمائل خاموشی سے بیٹھے رہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد مولوی عبداللہ نیاز صاحب نے اپنی آنکھیں

کھول دیں۔

انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ ''بچو! یہ کوئی انسان نہیں۔ یہ جنات کی آواز ہے۔ کنواں واقعی سالوں سے قید ارواح کی جگہ ہے۔ تم دونوں نے صحیح کیا کہ وہاں سے بھاگ آئے۔''

''تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے مولوی صاحب .....؟'' ارسلان نے پوچھا۔

''جب برائی ہمیں پھنساتی ہے تو اس کا مقصد ہمیں نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ لیکن تم دونوں بہادر ہو۔ تم اس سرگوشی کو روک سکتے ہو۔ وہ آواز چاہتی ہے کہ تم دونوں اندر جاؤ اور قید ہو جاؤ۔ تم لوگ کسی کے جال میں پھنسنے والے نہیں.....!'' مولوی صاحب نے کہا۔

''لیکن مولوی صاحب.....! اس کنویں سے وہ پراسرار سرگوشی کیوں آتی ہے.....؟ آخر کیا چکر ہے.....؟'' شمائل نے پوچھا۔

مولوی صاحب نے کچھ لمحے توقف کیا۔ اور پھر وہ

ان دونوں سے گویا ہوئے۔

''بہت سالوں پہلے یہاں ایک لالچی آدمی رہتا تھا۔ جس کا نام توحارث تھا۔ مگر سب لوگ اس کو ٹارنوش کے نام سے پکارتے تھے۔ اصل میں وہ بندہ ایک پراسرار علم ٹارنوش سے واقف تھا۔ جس کی مدد سے وہ لوگوں کے مال و دولت پر نظر رکھتا تھا۔ اس علم سے لوگوں کو سحر زدہ کرکے ان کی دولت اینٹھ لیتا تھا۔ اس علم ٹارنوش سے پہلے وہ چھپ چھپا کر چوریاں کرتا تھا۔ مگر بعد میں اس علم کے زور پر اس نے سینہ ٹھونک کر لوٹ مار شروع کردی تھی۔ وہ لوگوں کی ہڑپ اور چوری کی ہوئی دولت اسی کنویں میں چھپاتا تھا۔ جو کہ قید ارواح کی جگہ ہے۔ اس کنویں میں قید ارواح شیطانی اور بد ہیں۔

بہرحال ایک دن چند لوگوں نے چھپ اس ٹارنوش کی سراغرسانی کی اور اسے عین وقت اسی کنویں میں دھکا دے دیا، جب وہ کنویں میں سونا، زیور اور قیمتی چیزیں پھینک رہا تھا۔ اس رات وہ اس کنویں میں گر کر مر

گیا۔ یہ کنواں چونکہ بد ارواح کا زندان بنا ہوا تھا۔ اس لیے اس شخص کی روح بھی بد ارواح کے ساتھ یہاں قید ہو کر رہ گئی۔ اس کی روح کو سکون نہ ملا۔ چند لالچی طبیعت کے مالک لوگوں نے بھی اس کنویں میں دولت نکالنے کے لیے بہت کوششیں کیں۔ مگر وہ کنویں میں اترتے وقت ڈر و خوف کے مارے نیچے گر کر مارے گئے۔ ایک سرگوشی ہر وقت اس کنویں میں سے آنے لگی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگوں سے اس کنویں کے پاس گزرنا بھی چھوڑ دیا۔ مختلف کہانیاں اس کنویں سے متعلق لوگوں میں پھیلنا شروع ہوگئیں۔

ٹارنوش اس کنویں میں سے کسی آدمی کا سہارا لے کر آزاد ہونا چاہتا ہے۔ اس کی سرگوشیانہ آواز لوگوں کو بلاتی ہے۔ لالچ دیتی ہے۔ مگر کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔'' مولوی نے اس سرگوشی کے بارے میں مکمل تفصیل سے ارسلان اور شمائل کو بتاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں بڑے انہماک سے مولوی صاحب کی باتین سن رہے تھے۔

''مولوی صاحب۔ اس ٹارنوش اور کنویں کی بد ارواح

کا کوئی سدباب ہونا چاہیے۔ ''شمائل نے بولتے ہوئے کہا۔

'' آپ کچھ کریں اس معمہ کو ختم ہونا چاہیے۔'' ارسلان نے بھی کہا۔

'' اگر تم دونوں ہمت سے کام لیتے ہوئے ثابت قدم رہو گے، جیسے کل رات تھے۔ تو پھر میں تم دونوں کو اس کا سدباب بتا سکتا ہوں۔ جس سے یہ کنواں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمام سرگوشیوں سے پاک ہوجائے گا۔'' مولوی صاحب نے کہا۔

'' جی جی مولوی صاحب۔ آپ ہمیں بتائیں۔ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اس سرگوشی والے معمہ کو ختم کرنے کے لیے ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے۔''

''ٹھیک ہے سنو میری بات اب۔ آج رات تم دونوں باوضو ہو کر اس کنویں کی جانب چل دینا۔ میں تم دونوں کو ایک بوتل میں پڑھا ہوا پاک پانی دوں گا۔ پاک پانی اس لیے کہ ہر پڑھا ہوا پانی پاک نہیں بھی ہوتا۔ پڑھائی اگر کالی اور شیطانی علوم کی ہو تو ایسے پڑھے

ہوئے پانی ناپاک ہوتے ہیں۔ اسلامی اور قرآن کریم کی آیات مبارکہ کی پڑھائی والا پانی اور کوئی بھی چیز پاک کہلاتی ہے۔ تم دونوں نے اس کنویں کی دیواروں کے گرد جڑوں میں تھوڑا تھوڑا پانی گرانا ہے۔ ۔کچھ آیات ہیں۔ جو اتنی طویل نہیں ہیں۔ میں وہ تم کو ابھی یاد کروا دوں گا۔ باقی ان کی دوہرائی گھر جا کر کرتے رہنا تاکہ رات کو پانی کی طرح تمہاری زبانوں پر یہ آیات مبارکہ رواں ہوں۔ پھر یہ پانی کنویں کے اندر چھڑاؤ کرنے کے انداز میں گراتے رہنا.....'' مولوی صاحب نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان کو اچھے سے سمجھاتے ہوئے کہا اور اس سلسلے میں مزید کچھ باتیں ان دونوں کو بتانے لگے۔ پھر مولوی صاحب نے دونوں کو مخصوص آیات یاد کروائیں۔ مزید کچھ دیر کے بعد وہ دونوں وہاں سے اُٹھ کر باہر نکل آئے۔

☆.....☆.....☆

ایک بات یاد رکھیں

جب آپ کسی کا اچھا کر رہے ہوتے ہیں
تب آپ کا بھی کہیں اچھا ہو رہا ہوتا ہے

رات ہوچکی تھی۔ گاؤں میں ہر طرف گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ موسم میں خنکی شامل تھی۔ چوک ویران ہوچکے تھے۔ جہاں سرکاری کھمبوں پر لگی ہوئی بڑی بڑی لائٹس روشن تھیں۔ آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ماحول کو سنسنی سے ہمکنار کر رہی تھیں۔

ارسلان اور شمائل اپنے گھروں سے نکل کر اس گاؤں کے شمالی حصے میں پہنچ چکے تھے۔ اس طرف گنوں کے کھیت موجود تھے۔ جن میں سے گیدڑوں کے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ دور دور تک رات کی سیاہی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ جن کی

وجہ سے نکلا ہوا چاند آج قدرے سست رو نظر آرہا تھا، جیسے کوئی تندرست انسان اچانک سردی لگ جانے سے بیمار ہوتے ہوئے نحیف ہوجاتا ہے۔ آسمان کے سینے پر موجود ستارے نہایت بھی مدہم تھے۔

'' یار ان گیدڑوں کو چھپنے کے لیے گنے کے کھیت ہی نظر آتے ہیں.....'' ارسلان نے چلتے ہوئے کہا۔

''دیکھو تو سہی کیسے چلا رہے ہیں، جیسے ان میں کوئی مقابلہ بازی چل رہی ہو۔''

شمائل بولا۔'' میری مانو تم بھی اس مقابلے بازی میں حصہ ڈال ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں تم ہی اول نمبر پر آؤ گے۔''

''تم کیوں نہیں لے لیتے اس مقابلہ بازی میں حصہ۔ میرا تو کچھ پتہ نہیں مگر تم ضرور جیت جاؤ گے۔'' ارسلان نے کہا۔

'' ارے خیال سے .....'' شمائل نے ارسلان سے کہا۔ اور جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آگے گدلے پانی سے بھرا کا ایک نالہ تھا۔ اگر شمائل جلدی سے ارسلان کو

مخاطت کرتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف نہ کھینچتا تو ارسلان اس نالے میں لازماً گر جاتا۔

''شکریہ.....'' ارسلان نے شمائل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''بال بال بچا ہوں اس نالے میں گرتے ہوئے۔ ورنہ آج تو سارے کپڑے ہی نہ صرف بھیگ کر گندے ہوجاتے بلکہ ٹھنڈ الگ سے لگ جاتی۔''

''ہاں بالکل.....''شمائل نے کہا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں ان کھیتوں میں سے گزرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ یہ کوئی ویران سی جگہ تھی۔ جہاں ایک چھوٹا سا مکان نظر آرہا تھا۔ اس مکان کی حالت بے حد خستہ تھی۔ اس کے آس پاس گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جیب میں سے ٹارچ نکال لیں تھیں۔ ان ٹارچوں کا حجم زیادہ بڑا نہیں تھا۔ مگر روشنی کافی تیز تھی۔ وہ دونوں اس مکان کے قریب پہنچ کر اِدھر اُدھر کچھ ڈھونڈنے لگے تھے۔

''تم اُس طرف دیکھو.....'' شمائل نے ارسلان سے

کہا۔ ”میں اِدھر دیکھتا ہوں۔“

”ہاں ٹھیک ہے.....“ ارسلان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

مولوی عبداللہ نیاز صاحب نے ان دونوں کو گلابی پھولوں کی ایک شاخ توڑنے کا بولا تھا۔ اور ان دونوں کو سمجھاتے ہوئے بتایا تھا کہ یہ گلابی پھولوں کی شاخ کیسی ہوگئی اور انہیں کہاں ملے گی.....! ارسلان اور شمائل اپنی اپنی ٹارچ کی روشنی میں اسی گلابی پھول والے پودوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ چونک کافی چھوٹے پودے تھے۔ اس لیے گھاس میں تقریباً چھپے ہونے کی وجہ سے آسانی سے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

”یہ مل گیا مجھے گلابی پھولوں والا پودا.....“ شمائل نے بولتے ہوئے کہا تو ارسلان بھی بول پڑا۔ ”ہاں ہاں..... اور مجھے بھی مل چکا ہے۔“

”چلو ایک شاخ تم توڑ لو اور ایک شاخ میں توڑ لیتا ہوں۔ راستے میں خدانخواستہ ایک شاخ کھو جانے کی صورت میں ایک زائد شاخ تو ہوگئی ہمارے پاس.....“

حجم کی بوتل نکال لی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں بدستور گلابی پھول والا شاخ پکڑا ہوا تھا۔

''تم لوگ آ گئے.....!'' ان دونوں کو وہی سرگوشی سنائی دی۔'' بہت اچھے۔ مجھے جلدی سے نکالو یہاں سے.....''

''ہاں۔ ہاں۔ نکالتے ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکالتے ہیں پیارے..... تھوڑے حوصلے اور صبر سے کام لو.....'' شمائل نے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو ارسلان بھی مسکرا دیا۔

ارسلان نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور پڑھا ہوا اور اس میں گلابی پھول کو شاخ سمیت اندر ڈال دیا۔ بوتل اس نے چونکہ سیدھی پکڑی ہوئی تھی۔ اس لیے بوتل میں موجود پانی باہر گرنے نہیں پایا تھا۔ پھر اس نے شاخ کو بوتل میں باہر نکالا۔ گلابی پھول مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔ اس نے پھول کی پتیاں توڑ کر کنویں کی دیوار پر تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر رکھنی شروع کر دیں۔ پھر اس نے بوتل کا پانی کنویں کی دیوار کی جڑوں میں چھڑکنا شروع کر دیا۔

''یہ..... یہ تم کیا کر رہے ہو لڑکے.....؟'' اسی وقت بے حد چونکی اور گھبرائی ہوئی سرگوشی سنائی دی۔

''کچھ نہیں .....'' ارسلان نے کہا۔

''نہیں نہیں تم کچھ تو کر رہے ہو.....!'' بدستور گھبراہٹ بھری سرگوشی ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائی۔

''ہم پنک پانگ اور ڈنگ ڈانگ کر کر رہے ہیں.....'' شمائل نے بولتے ہوئے منہ بسور کر کہا۔

''کیا مطلب..... یہ کیا چیز ہے.....؟'' سرگوشی نے پوچھا۔

''ارے یار کیوں دماغ چاٹ رہے ہو..... لوگوں کا اتنا روپیہ ..... دولت چاٹ کر پیٹ نہیں بھرا تمہارا.....'' ارسلان نے کہا۔

''اوہ..... کک.....کیا..... مطلب..... میں سمجھا نہیں.....'' سرگوشی نے بے اختیار چونکتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ کسی خیال پر چونک پڑا ہو کہ اس کی کوئی چوری پکڑی گئی ہے۔

''ابھی سمجھ جاؤ گے.....'' شمائل نے کہا۔ اور پھر اس

نے ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا تو ارسلان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گلابی پھول کی شاخ پر بڑبڑاتے ہوئے کچھ پڑھ کر دو تین بار پھونک ماری اور وہ شاخ کنویں میں پھینک دی۔ شاخ کنویں میں پھینکتے ہی ارسلان اور شمائل دونوں زور زور مولوی صاحب کی یاد کروائی ہوئی آیت مبارکہ پڑھنے لگے۔یکلخت کنویں کے اندر سے چیخوں کی آوازیں نکلنا شروع ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ زوردار ہوا کے جھونکے بھی کنویں کے اندر سے ایسے نکل رہے تھے۔ جیسے اندر انتہائی تیز رفتار طاقتور پنکھا چلا دیا گیا ہو۔

''رکو رکو۔ یہ مت کرو۔ رک جاؤ۔ باز آجاؤ۔ میں تم دونوں کو بھیانک موت سے ہمکنار کروں گا۔ تمہارے گھر والوں پر موت بن کر ٹوٹ پڑوں گا۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ.....'' اب وہ سرگوشی غضبناک چیخوں میں بدلنا شروع ہوگئی تھی۔

ارسلان اور شمائل نے بلند آواز میں پڑھنا جاری رکھا۔ شمائل نے ارسلان کے ہاتھوں سے بوتل پکڑی اور

کنویں کے اس پاکیزہ پانی کا چھڑکاؤ کر دیا۔ ساتھ ساتھ وہ آیت کریمی کا ورد کرتا جا رہا تھا۔ کنویں کی دیوار پر رکھی ہوئی گلابی پتیوں میں سے ہلکی ہلکی سرخ رنگ کی روشنی خارج ہونا شروع ہوچکی تھی۔ جیسے ان میں ننھے ننھے بلب جل اُٹھے ہوں۔

اچانک کنویں اندر سے گہرے سرمئی رنگ کا دھواں اٹھنے لگا..... دیواریں کسی کاغذ کی طرح کانپنے لگ چکی تھیں۔ گلابی پھول کی پتیوں میں سے روشنی کی لہریں نکل کر اس دھویں کے ساتھ ٹکرائیں..... دہلا دینے والا ایک دھاکہ ہوا۔ ان دونوں کا دل دہل گیا۔ کنویں کی بدروح مسلسل چیخ رہی تھی۔ ان دونوں کو ڈرا .....اور دھمکا رہی تھی۔ مگر ان دونوں نے اس بدروح کی آوازوں پر بالکل بھی کان نہیں دھرے۔ وہ دونوں آیت کریمہ کا ورد کرتے رہے۔ کنواں سرخ روشنی اور دھویں سے بھر چکا تھا۔ پھر آخرکار تیز جھماکے سے دھواں اور سرخ روشنی کا غبار پھٹ کر غائب ہوگیا۔ سب کچھ ساکت ہو چکا تھا۔ کنویں میں سے آنے والی سرگوشی ختم ہو چکی تھی۔ ہمیشہ

ہمیشہ کے لیے۔ جس کے ساتھ اس میں قید بدروح بھی ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوچکی تھی۔

”خس کم جہاں پاک.....“ شمائل نے بولتے ہوئے کہا۔

”ہاں جان چھوٹی اس کنویں کی بدروح سے۔ خوب تنگ اور ہراساں کر رکھا تھا اس نے.....“ ارسلان نے کہا۔

”چلو واپس گھر چلتے ہیں.....“ شمائل نے کہا اور پھر وہ دونوں واپس ہولیے۔

☆.....☆.....☆

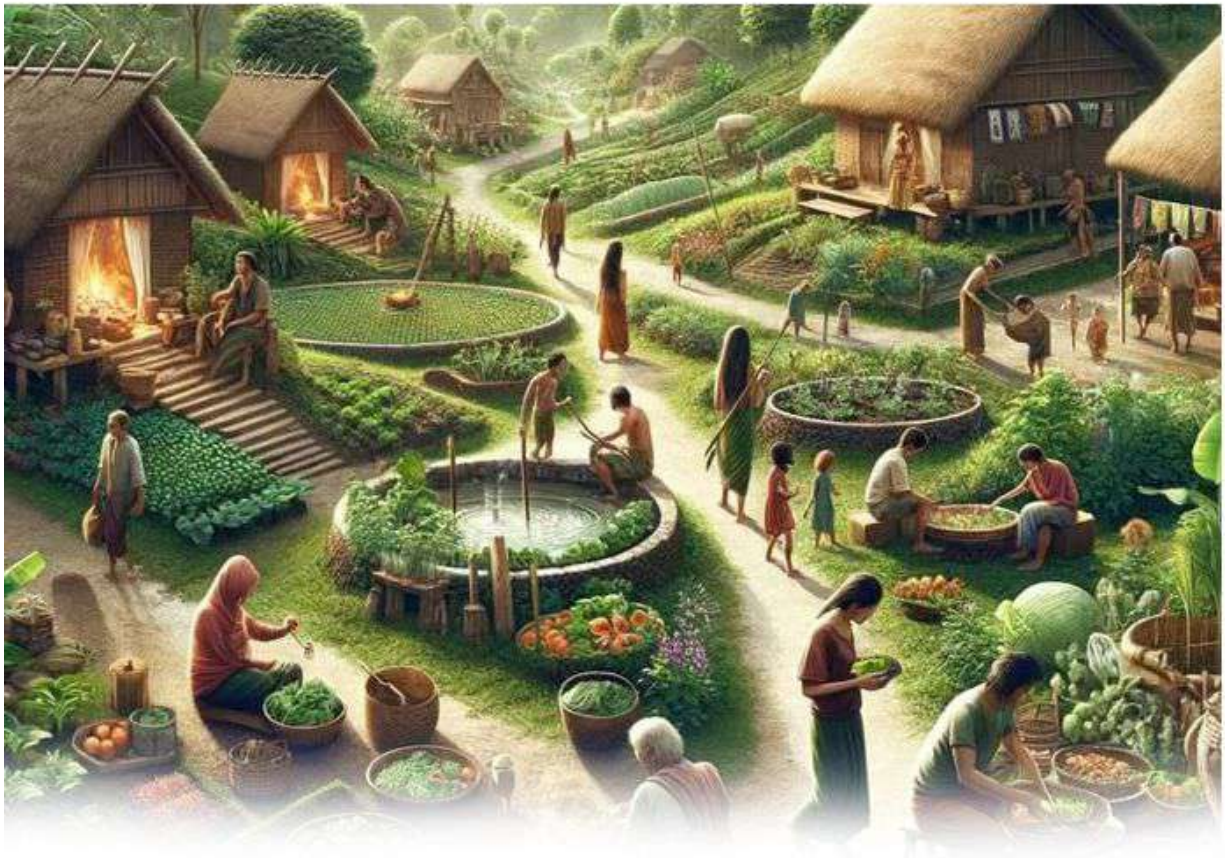

صبـــح ہو چکی تھی۔ سورج نکلا تو پورا گاؤں ورطہ حیرت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ مولوی صاحب چند لوگوں کے ہمراہ اس کنویں پر معاملے کی جانچ پڑتال کرنے پہنچ گئے تھے۔ جن کی دیکھا دیکھی مزید لوگوں کا ہجوم اس کنویں کے گرد جمع ہوگیا تھا۔ کنویں کی حالت دکھ کر سب لوگ مختلف چہ مگوئیوں میں مصروف تھے۔ ارسلان اور شمائل بھی یہاں پہنچ چکے تھے۔ کنویں کی تہہ میں صرف کچھ ٹوٹے ہوئے برتن اور سڑیاں تھیلیاں تھیں۔ لالچی روح ہمیشہ کے لیے اس کنویں میں نکل کر جا چکی تھی۔

مولوی صاحب نے ارسلان اور شمائل کی بہادری اور

ہمت کی سب گاؤں والوں کے سامنے کھل کر تعریف کی۔ سب لوگ ان دونوں کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے یہ دونوں کسی اور ہی دنیا کی مخلوق ہوں۔ مگر گاؤں والے خوش ہوئے کہ چلو اس آسیبی کنویں سے چھٹکارا ملا سب کو۔ کچھ جوانوں نے رسیوں اور سیڑھیوں کی مدد سے کنویں کے اندر جا کر تلاشی لی تو ان کو بھاری بھاری جواہرات ملے۔ کنویں کا پانی برسوں سے خشک ہوا پڑا تھا۔

''لالچ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ وہ روح بھی لالچ کی وجہ سے قید تھی.....'' مولوی صاحب سب لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے۔'' لوگوں کو تنگ کرنا..... کسی کا مال ہڑپ کرنا..... چوری کرنا..... دولت کی حرص میں دولت کے انبار لگاتے رہنا..... ایسے برے کام ہیں جن کا نتیجہ انسان کو یہاں..... اس دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت والے دن بھی بطور سزا سہنا پڑتا ہے۔ اس لیے اس عارضی دنیا میں صرف اور صرف ہر کسی سے نیکی کرو۔ کسی کا حق مت کھاؤ۔ گناہ اور ہر طرح کے لالچ

کو خود پر قابض مت ہونے دو۔ ڈرنا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے چاہیے۔ ہر ڈر و خوف کا ہمت سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ علم اور دین کی روشنی سب سے طاقتور ہتھیار ہے۔ اس کے سامنے ہر طاقت ہیچ ہے۔ ان دو بچوں ارسلان اور شمائل کی طرح ایک ہو کر ایک پریشانی کا سامنا کرنا..... دوستی اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے.....''

سب لوگوں نے ان کی باتوں سے اعتراف کیا۔ ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ سب نے عہد کیا کہ وہ سب ایک دوسرے کا بہت خیال رکھیں گے۔ ایک دوسرے سے محبت سے رہیں گے۔ ایک مٹھی ہو کر ہر پریشانی کا سامنا کریں گے۔ پاکیزگی و طہارت کو لازمی امر بنائیں گے اور پنجگانہ وقت نماز ادا کریں گے۔

اس کے بعد گاؤں میں کبھی سرگوشی سنائی نہیں دی۔ ارسلان اور شمائل خوش تھے۔ بے حد خوش۔

آلو میاں

ممتاز فیروز پوری

میں ہوں آلو میاں
میں ہوں آلو میاں
سب سبزیوں کا دوست
سب سبزیاں میری دوست

میری جسامت ہے گول مٹول
بچے کھاتے بنا کر میرا رول

میں زمین کے دل کی دھڑکن ہوں
میں خاک میں چھپا اِک خزانہ ہوں

جب بھی میرا چھلکا اترے
بھر جائے خوشبو سے فضا
گھر بھر میں دوڑ جائیں خوشیاں
ہنڈی میں جب لگایا جائے تڑکا

بھنا ہوں یا ہوں شوربے میں تیرتا
مصالحے دار ہوں یا ہوں سادہ
ہر کھانے کی میز پر محبوب سب کا
لوگوں کی یاد میں رہوں محفوظ

ٹماٹر میرا دوست، سبز مرچ میری بہن
گوبھی میری خالہ، بھنڈی میری دشمن

گاجر سے ہو میری میٹھی لڑائی
پیاز آ کر کر دے میری دھلائی

شلجم سے میری بالکل نہ بنے
لوبیے، کریلے سے ہو تر تراہٹ

میں ہوں آلو میاں
میں ہوں آلو میاں
خوش رہوں میں ہر دم
سبزیوں کے جھرمٹ میں

بہت پرانے زمانے کا ذکر ہے کہ ملک فارس پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی ملکہ ایک نیک دل عورت تھی۔ وہ غریب لوگوں سے بہت محبت کرتی تھی اور ان کی مدد کرتی رہتی تھی۔جس کی وجہ سے لوگ اسے دعائیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک نہایت خوبصورت اور ہونہار بیٹے سے بھی نوازا تھا۔ ان کے بیٹے کا نام شہزادہ وسیم تھا۔ شہزادہ وسیم ایک تمیز داراور سمجھ دار بچہ تھا۔ اور اپنے ماں باپ کی ہر بات مانتا تھا۔جس کی وجہ سے بادشاہ سلامت اور ملکہ اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک روز ملکہ شہزادہ وسیم کے ساتھ محل کی

بالکونی میں بیٹھی باہر کا نظارہ کر رہی تھی۔ محل سے کچھ دور بہت رونق تھی۔ لوگ شاہراہوں پر چل پھر رہے تھے۔ قریب کے بازار میں مردوں، عورتوں اور بچوں کا رش تھا۔ کچھ لوگ باغ میں اور وہ کچھ لوگ خریداری اور دوسرے لوگ کام میں مصروف تھے۔ ملکہ اور شہزادہ وسیم کو یہ سب کچھ دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔

اچانک شہزادہ وسیم نے ملکہ کا بازو ہلا کر اسے ایک لڑکے کی طرف متوجہ کیا۔ وہ لڑکا شہزادے کا ہی ہم عمر تھااور اپنی ماں کے ساتھ جا رہا تھا۔ محل کے صدر دروازے پر وہ رک گیا۔ چونکہ محل کا صدر دروازہ اس بالکونی کے بالکل نیچے تھا جس میں ملکہ اور شہزادہ بیٹھے ہوئے تھے، اس لیے انھیں ماں بیٹے کی باتوں کی آوازیں بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔

لڑکا اپنی ماں سے کہہ رہا تھا، "ماں۔۔۔۔ ماں۔ کل شہزادے وسیم کی سالگرہ ہے۔ وعدہ کریں کہ آپ مجھے بھی سالگرہ میں بھیجیں گی۔ اگر آپ نے وعدہ نہیں کیا تو میں گھر نہیں جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔

اس کی ماں نے کہا، " ہم غریب لوگ ہیں۔ شہزادے کی سالگرہ میں ہمیں کون بلائے گا۔ بیٹا! ضد مت کرو اور گھر چلو۔ تمہارا باپ کام پر سے آتا ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ مجھے کھانا پکانے میں دیر ہوجائے گی۔ "
لڑکے نے یہ سنا تو مایوسی سے ایک نظر محل پر ڈالی اور خاموشی سے ماں کے ساتھ چل پڑا۔

شہزادہ وسیم نے کہا، "امی حضور!!! اس لڑکے کا کتنا دل چاہ رہا ہے کہ وہ میری سالگرہ میں شرکت کرے۔ اس کی امی کہہ رہی تھیں کہ غریب لوگوں کو شہزادے کی سالگرہ

میں کون بلائے گا۔ آپ اس لڑکے کو کہہ دیں کہ اگر وہ غریب ہے تو کیا ہوا۔۔۔۔ وہ سالگرہ میں ضرور آئیگا۔ "

ملکہ نے شہزادہ وسیم کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور بولی، "شہزادے ہمیں خوشی ہے کہ آپ اتنی اچھی اچھی باتیں سوچتے ہیں۔ امیر ہو یا غریب، سب کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اگر ہمارا بس چلے تو ہم آپ کی سالگرہ میں ملک بھر کے تمام بچوں کو بلائیں۔ مگر ہم ایسا کرنہیں سکتے۔"

یہ کہہ کر ملکہ نے ایک غلام کو اشارہ کیا اور اس سے بولی، "تم جلدی سے اس عورت اور لڑکے کے پیچھے جاؤ اور خاموشی سے پتہ کر کے آؤ کہ وہ لوگ کہاں رہتے ہیں۔" ملکہ کا حکم سن کر غلام فوراً روانہ ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد پوری معلومات لے کر آگیا۔

اگلے روز اس غریب عورت کے گھر پر شاہی بگھی آ کر رکی۔ اس غریب عورت کا شوہر کام پر گیا ہوا تھا۔ دو کنیزیں بگھی سے اتر کر گھر میں گئیں۔ ان میں سے ایک کنیز نے لڑکے کی ماں کو بتایا کہ ملکہ صاحبہ نے یہ کہلا کر بھیجا ہے کہ وہ عورت اور اس کا لڑکا شہزادے کی سالگرہ کی تقریب میں شرکت کریں۔ کنیزیں اپنے ساتھ ایک بڑا سا تھال بھی لے کر آئی تھیں ۔ جس پر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ وہ تھال انہوں نے اس غریب عورت کے حوالے کیا اور چلی گئیں۔ وہ عورت بہت خوش تھی۔ اس کے بیٹے کی خواہش پوری ہوگئی تھی۔ اس نے بیٹے کو بھی اس بارے میں بتایا۔تو وہ بہت خوش ہوا۔ تھال میں اس عورت کے بیٹے کے لیے زرق برق پوشاک تھی۔ سنہری رنگ کی شیروانی اور چاندی کے رنگ جیسا ریشمی پاجامہ۔ ساتھ میں شاہی ٹوپی اور جوتے بھی تھے۔ اس کے علاوہ مخمل کے کپڑے کی ایک تھیلی بھی تھی جس میں اشرفیاں تھیں۔ وہ عورت ملکہ کو دعائیں دینے لگی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ کل شام

ملکہ نے ان دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔ اس کے بیٹے نے سب چیزیں دیکھ کر کہا، "ہماری ملکہ صاحبہ کتنی اچھی ہیں۔ وہ ہمارا کتنا خیال رکھتی ہیں۔ ابا کام سے آئیں گے اور ان چیزوں کو دیکھیں گے تو وہ بھی خوش ہوں گے۔ "

اس کی ماں نے کہا، "ملکہ صاحبہ نے ہم غریبوں پر واقعی بہت مہربانی کی ہے۔"

لڑکے نے کہا، "میں شہزادے کو تحفے میں دینے کے لیے کیا چیز لے جاؤں گا؟ وہ چیز ایسی ہونی چاہیے کہ سب اسے دیکھتے رہ جائیں۔ اب تو ہمارے پاس اشرفیاں بھی آ گئی ہیں۔ ہم بازار جا کر کچھ لے آئیں۔ میرے خیال میں تو ہم جھولے والی گاڑی خرید لیں۔ اسے دیکھ کر شہزادے کو بہت خوشی ہوگی اور وہ اسے اپنے محل میں مزے سے چلاتا پھرے گا۔"

"جھولے والی گاڑی بھی کوئی تحفے میں دینے والی چیز ہے۔ سب لوگ مذاق اڑائیں گے۔ تمہارے ابا کام پر سے آ

جائیں تو ان سے مشورہ کر میں شہزادے کو تحفے میں وہ طلسمی آئینہ دوں گی۔ جسے ایک پری نے خوش ہو کر انعام میں تمہارے ابا کو دیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اس پری کی مدد کی تھی۔ وہ بے چاری انجانے میں ایک کنویں میں گر گئی تھی اور بہت زخمی ہوگئی تھی۔ وہ اسے کنویں سے نکال کر گھر لے کر آئے اور ہم نے کئی روز تک اس کی خبر گیری کی تھی اور وہ بالکل ٹھیک ہوگئی تھی۔ اس آئینے کی خاص بات یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر دل میں کسی بھی شخص کا نام لیا جائے تو وہ دنیا میں کہیں بھی ہو، اس آئینے میں نظر آنے لگے گا۔ پرستان میں ایسی بہت سی عجیب و غریب چیزیں ہوتی ہیں۔ "

"لیکن ماں! شہزادہ اس آئینے کا کیا کرے گا؟ اس کے لیے تو ہمیں کوئی کھلونا لینا چاہیے۔ " لڑکے نے کہا۔

"اس سے اچھا اور کون سا کھلونا ہوگا۔ ارے جب شہزادہ

باغ میں کھیل رہا ہوگا اور بادشاہ سلامت دربار میں اور ملکہ صاحبہ اندر محل میں ہونگی تو وہ اس طلسمی آئینے میں انھیں دیکھ سکے گا۔ بچوں کے لیے تو یہ بہت ہی حیرت انگیز چیز ہے۔ ایسا طلسمی آئینہ جس میں بجائے خود کی شکل نظر آنے کے دور بیٹھے لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ بادشاہ اس طلسمی آئینے میں اپنے ان رشتے داروں کو بھی دیکھ سکے گا جو دوسرے ملکوں میں رہتے ہیں۔" اس کی بات سن کر لڑکا مطمئن ہوگیا۔

جب اس عورت کا شوہر شام کو گھر آیا۔ تو اس کی بیوی نے اسے پوری کہانی سنائی۔اشرفیوں کی تھیلی اور اپنے بیٹے کے کپڑے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور بولا، "ٹھیک ہے شہزادے کی سالگرہ میں دینے کے لیے وہ طلسمی آئینہ اچھا تحفہ ہے۔"

اگلے روز وہ غریب عورت اپنے بیٹے کے ساتھ شہزادے کی سالگرہ میں شرکت کے لیے محل پہنچی۔ سالگرہ کا انتظام

محل کے وسیع و عریض خونصورت باغ میں کیا گیا تھا۔ مخملی غلافوں میں لپٹی کرسیوں پر مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ اس عورت اور اس کے لڑکے کو ملکہ نے خاص طور سے مدعو کیا تھا اس لیے ایک کنیز نے ماں بیٹے کو بڑی عزت سے کرسیوں پر بٹھایا۔ لڑکے کی ماں نے وہاں ایک عجب منظر دیکھا۔ ہر طرف ایک افرا تفری اور ہنگامہ تھا۔ غلام اور کنیزیں ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ شاہی سپاہی بھی محل میں ادھر ادھر کچھ دیکھتے پھر رہے تھے۔ سالگرہ میں شرکت کے لیے آئے ہوئے مہمان بھی پریشان نظر آتے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر اس عورت نے کنیز سے اس بارے میں دریافت کیا۔

"سالگرہ کی تقریب کا وقت سر پر ہے مگر شہزادے صاحب جانے کہاں چلے گئے ہیں۔ مل ہی نہیں رہے۔ یہ سب لوگ انھیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ " اس کنیز

نے جلدی سے بتایا اور خود بھی شہزادے کو تلاش کرنے کے لیے چلی گئی۔ بادشاہ سلامت بھی وہاں موجود تھے۔ کافی تلاش کے باوجود بھی جب شہزادہ نہ ملا۔تو انہوں نے شاہی داروغہ کو طلب کرلیا اور بولے،" ملک کا چپہ چپہ چھان مارو۔اور رات ہونے تک ہمارے شہزادے کو ڈھونڈ کر ہمارے پاس لاؤ۔"

داروغہ سر کھجاتے ہوئے بادشاہ سلامت کو دیکھنے لگا۔ اسے تو علم ہی نہیں تھا کہ شہزادہ کہاں چلا گیا تھا۔ اتنے کم وقت میں وہ اسے کیسے ڈھونڈتا۔اس کے اس طرح دیکھنے سے بادشاہ سلامت سمجھ گئے کہ وہ یہ کام نہیں کرسکے گا۔ وہ پریشانی کے عالم میں ٹہلتے ٹہلتے کچھ سوچنے لگے۔ شہزادے کی گمشدگی سے ملکہ کا غم کے مارے برا حال تھا۔ اس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اچانک اس عورت کو کچھ خیال آیا۔ اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے طلسمی آئینہ نکال کر ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر ملکہ کے

پاس آ کر بولی، "ملکہ صاحبہ! آپ فکر نہ کریں۔ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ شہزادے صاحب کہاں ہیں۔ آپ بادشاہ سلامت کو لے کر میرے ساتھ اکیلے میں آئیں۔ پھر میں آپ کو بھی دکھادوں گی۔ سب کے سامنے اس بات کا تذکرہ مناسب نہ ہوگا۔"

اس غریب عورت کی بات سن کر ملکہ خوش ہوگئی۔ اس نے یہ بات بادشاہ سلامت کو بتائی اور پھر وہ تینوں ایک کمرے میں آئے۔ اس عورت نے ریشم کے خوب صورت رومال سے وہ طلسمی آئینہ نکالا اور بادشاہ سلامت سے بولی، "بادشاہ سلامت! یہ طلسمی آئینہ ہے۔ بہت پہلے اسے ایک پری نے میرے شوہر کو دیا تھا۔ میرا بیٹا اسے شہزادے کو تحفے میں دینے کے لیے لایا ہے۔ آپ شہزادے صاحب کا دل میں خیال لا کر اس طلسمی آئینے پر نظر ڈالیے وہ آپ کو نظر آجائیں گے۔ میں انھیں دیکھ چکی ہوں۔ انھیں کسی نے قید کیا ہوا ہے۔"

بادشاہ سلامت نے جھپٹ کر طلسمی آئینہ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ جیسے ہی انہوں نے آئینے پر نظر ڈالی انھیں اپنا شہزادہ نظر آ گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور آنکھوں پر پٹی بھی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے پاس دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ سلامت دونوں کو پہچان گئے۔ ان میں سے ایک ان کا وزیر تھا جس کا نام ثماک تھا۔ دوسرا شخص شاہی غلام تھا۔ محل میں یہ غلام ہی شہزادے کی دیکھ بھال اور اس کی خدمت پر مامور تھا۔ بادشاہ سلامت ثماک وزیر پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ مگر پچھلے دنوں انہوں نے ایک دوسرے وزیر کو ترقی دے کر اپنا وزیر خاص بنا لیا تھا۔ ثماک اس بات سے جل گیا تھا کیونکہ اسے امید تھی کہ وزیر خاص اسے بنایا جائے گا۔ اس کی یہ امید پوری نہ ہوئی تو اس نے بادشاہ سے بدلہ لینے کے لیے شاہی غلام کی مدد سے شہزادے کو محل سے اغوا کر کے قید کر لیا تھا۔ ملکہ اپنے شہزادے کو اس حال میں دیکھ کر صدمے سے

نڈھال ہوگئی مگر بادشاہ سلامت سخت غصے میں آگئے۔ انہوں نے اسی وقت باہر نکل کر داروغہ کو حکم دیا کہ اس نمک حرام وزیر اور غلام کو فوراً گرفتار کر کے ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ بادشاہ سلامت کا حکم سنتے ہی داروغہ بہت سے سپاہیوں کے ساتھ فوراً وزیر کے گھر کی جانب دوڑا مگر وزیر وہاں نہیں تھا کیوں کہ اس کے گھر کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ داروغہ سمجھ گیا کہ وہ اس وقت وہاں ہوگا جہاں اس نے شہزادے کو چھپا رکھا ہے۔ وہ سپاہیوں کے ساتھ چھپ کر اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ گھوڑے پر سوار ایک شخص وہاں آ کر رکا۔ وہ ثماک ہی تھا۔ جیسے ہی وہ گھوڑے سے اترا اسے سپاہیوں نے گرفتار کرلیا۔ داروغہ نے اپنی تلوار نکال کر اس کے سینے پر رکھ دی اور آنکھیں نکال کر نہایت غصے سے دھاڑ کر بولا، "نمک حرام جلد بتا۔ شہزادے صاحب کو تو نے کہاں قید کیا ہوا ہے؟ " وزیر ثماک نے داروغہ کو اتنے غصے میں دیکھا تو مارے ڈر

کے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے بتا یا کہ شہزادے کو گھنے جنگل میں ایک جھونپڑی میں قید کیا گیا ہے۔ جلد ہی وہ سب لوگ جنگل میں پہنچ گئے۔ جنگل میں ہر طرف اندھیرا اور سناٹا تھا۔ جس جھونپڑی میں شہزادے کو رکھا گیا تھا اس میں ایک چراغ جل رہا تھا اور انھیں شہزادے کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور ہاتھ پاؤں بھی بندھے ہوئے تھے۔

داروغہ نے جلدی سے آزاد کیا اور اسے تسلی دی۔ وہاں پر شہزادے کی نگرانی کرنے والے غلام کو بھی سپاہیوں نے گرفتار کر لیا۔ سزا کے خوف سے غلام رونے لگا تھا۔ اس نے روتے ہوئے بتایا کہ یہ منصوبہ ثماک وزیر نے بنایا تھا اور اسے محل سے شہزادے کو اغوا کرنے کے لیے بہت ساری اشرفیاں دی تھیں۔ غلام نے یہ بھی بتایا کہ وزیر کو اس بات کا بہت دکھ تھا کہ بادشاہ سلامت نے اس کے بجائے کسی

اور کو اپنا وزیر خاص بنا لیا ہے۔ شہزادے کو قید کر کے وہ بادشاہ سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ ان دونوں مجرموں کو سپاہیوں نے زنجیروں میں جکڑ دیا اور قید خانے میں بند کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے۔ وزیر اور غلام کو ان کے کیے کی سزا مل گئی تھی۔

اس کے بعد داروغہ شہزادے کو لے کر محل پہنچا اور بادشاہ سلامت کو تمام کہانی سنائی۔ شہزادہ وسیم کو دیکھ کر بادشاہ سلامت نے اطمینان کا سانس لیا۔ ملکہ تو خوشی سے نہال ہوگئی تھی۔ اگلے دن اس خوشی میں پورے ملک میں جشن منایا گیا۔ محل میں بھی ایک تقریب تھی، جس میں سب امیر غریب شریک تھے۔ اس عورت کو ملکہ نے خاص طور سے اس تقریب میں بلایا تھا۔ وہ آئی تو ملکہ نے کہا، "نیک دل خاتون! اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا کرم کیا کہ ہمارا شہزادہ ہمیں بہ حفاظت مل گیا۔ اس کا وسیلہ تم بنی تھیں۔ اگر تم وہ طلسمی آئینہ نہ دیتی تو ہمیں پتہ بھی نہیں

چلتا کہ ہمارا شہزادہ کہاں ہے۔"

وہ عورت بولی، "ملکہ عالیہ! آپ بہت نیک اور رحم دل ہیں۔ آپ نے مجھ غریب کے بیٹے کی خواہش پوری کی تھی اور اسے شہزادے کی سالگرہ میں بلایا جس کی وجہ سے میرا بیٹا بہت خوش ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نیکی کا صلہ دیا۔ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ یہ طلسمی آئینہ میں شہزادے صاحب کے لیے ہی لائی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔"

اس کی بات ٹھیک نکلی۔ شہزادہ وسیم اس عجیب و غریب آئینہ کو پا کر بہت خوش تھا۔ وہ اپنے دل میں جس شخص کے متعلق بھی سوچتا، وہ اسے آئینے میں نظر آنے لگتا تھا۔ وہ اس آئینے کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ شہزادے کے مل جانے سے بادشاہ سلامت بھی بہت خوش تھے۔ انہوں نے اس عورت کو بہت سا انعام و اکرام دیا۔ جس سے اس کے دن پھر گئے۔ اور وہ اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگی۔

تصویر کے لئے مناسب عنوان دیں

اس تصویر کا بہترین عنوان دیں اور نیچے دیے گئے نمبرز پر بھیج دیں۔
پہلے تین بہترین عنوانات کو اگلے شمارے میں بمعہ جیتنے والے کے نام کے شائع کیا جائے گا۔

0321-6597907

0335-9932869

0316-5374845

تصویری شعر

اس تصویر پر ایک بہترین شعر لکھیں اور اس کو نیچے دیے گئے نمبرز پر بھیج دیں۔ پہلے تین بہترین اشعار کو اگلے شمارے میں بمعہ جیتنے والے کے نام کے شائع کیا جائے گا۔

0321-6597907

0335-9932869

0316-5374845

ذہانت آزمایئے

سعید احمد

1۔ایک دریا کے کنارے 25 آدمی کھڑے ہیں اور کشتی میں صرف 5 آدمی ایک چکر میں پار جاسکتے ہیں۔تو بتایئے۔ان سب آدمیوں کو پار جانے کے لیے کشتی کو کتنے چکر لگانے پڑیں گے؟

2۔ایک بزرگ میرے پاس آئے اور پوچھا بیٹا تمہاری عمر کتنی ہے۔میں نے کہا 38 سال۔انہوں نے کہا اگر آپ چھ سال پہلے پیدا ہوتے تو آج آپ کی عمر کیا ہوتی۔تو میں تو سوچ میں پڑ گیا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میری عمر کتنی ہونی چاہئے؟

3۔مسٹر ہارون کی عمر جب دو سال تھی تو ان کے چھوٹے بھائی کی عمر اس سے آدھی تھی۔اب مسٹر ہارون 50 سال کے ہیں۔تو بتایئے کہ ان کے چھوٹے بھائی کی عمر کتنی ہوگی؟

4۔وہ کیا چیز ہے جس میں شہر ہیں مکان نہیں۔دریا ہیں پانی نہیں۔درخت ہیں لکڑی نہیں۔

5۔وہ کیا چیز ہے جسے آپ کھانا کھاتے وقت منہ میں لے جاتے ہیں مگر کھاتے نہیں؟

6۔وہ کون سا پرندہ ہے جس کے سر پر پاؤں ہوتے ہیں؟

7۔کون سا کھیل ہے جس میں پیچھے ہٹنے والا جیت جاتا ہے؟

8۔کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کمپیوٹر کو اردو میں کیا کہتے ہیں؟

نوٹ

جن کے تمام جواب درست ہوئے ان میں سے تین افراد کے نام بذریعہ قرعہ اندازی کڈز بکس لائبریری (ڈیجیٹل میگزین) کے اگلے شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔اپنا نام بمعہ شہر کا نام سعید احمد کے پرسنل نمبر پر بھیج دیں۔

ان سوالات کے جوابات اگلے شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔

0316-5374845

گلدستہ

باپ: جب کوئی بچہ شرارت کرتا ہے تو باپ کا ایک بال سفید ہو جاتا ہے۔

بیٹا: اب پتہ چلا کہ دادا جان کے سارے بال سفید کیوں ہیں۔

ڈاکٹر: بچے کو پانی دینے سے پہلے ابال لیا کریں

سردار: وہ تو ٹھیک ہے لیکن ابالنے سے بچہ مر تو نہیں جائے گا

سردار: یہ موبائل مجھے تو کنگال کر دے گا

دوست: وہ کیسے؟؟؟

سردار: ہر روز میسج آجاتا ہے "Battery Low"۔ اب تک 20 بیٹریاں بدل چکا ہوں اور دیکھو ابھی پھر "Battery Low" کا میسج آگیا ہے۔

لڑکی: جب میں پاس ہوئی تو میرے پاپا نے مجھے پانچ ہزار کا سوٹ لے کر دیا تھا۔

لڑکا: بس پانچ ہزار کا۔۔۔۔ جب میں فیل ہوا تھا تو میرے پاپا نے مجھے ڈھائی لاکھ کا رکشہ لے کر دیا تھا۔

ایک تھی چڑی

ایک تھا چڑا

دونوں کی شادی ہوگئی

پھر دونوں چڑ چڑے ہو گئے

بیوی: سنتے ہوئے جی شرما جی کی بیٹی نے پورے 99% نمبر لئے ہیں۔

شوہر: باقی 1% کہاں گیا۔

بیوی: وہ ہمارا بیٹا لے آیا ہے

پہلا قیدی: تم جیل کیسے آئے؟

دوسرا قیدی: میں نے بینک لوٹا اور پھر وہیں پیسے گننے بیٹھ گیا۔

بشیر: مجھے تنگ نہ کرو۔ میرا موڈ پہلے ہی سے آف ہے

نذیر: کیا کبھی موڈ آن ہوتا ہے تیرا، کبھی آف۔ کسی دن تم فیوز نہ ہو جانا۔

دوست: آج تم آفس نہ جاؤ۔ ہم سیر کرنے چلتے ہیں۔

ناصر: لیکن میں بہانہ کیا لگاؤں؟؟؟

دوست: تم کہو دو کہ میری چچی فوت ہوگئی ہے۔

ناصر: لیکن میں تو چچا کے آفس میں کام کرتا ہوں۔

سلمان: تم نے گانے کی مشق کیوں چھوڑ دی۔

عمیر: اپنے گلے کی وجہ سے۔

سلمان: کیا ہوا تمھارے گلے کو۔

عمیر: ہمسائیوں نے دبانے کی دھمکی دی ہے۔

آلو کو گاجر سے پیار ہو گیا

یہ سن کر ٹماٹر بھی لال ہو گیا

دھنیا اور پودینہ ناچنے لگا

اتنے میں سالن تیار ہو گیا

ماں: جاؤ جا کر مہمانوں سے کھانے کا پوچھ کر آؤ

بیٹا: آپ لوگ کھانا کھا کر آئے ہیں یا جا کر کھائیں گے

فقیر: کچھ دے دو

آدمی: ٹماٹر کھاؤ

فقیر: کھانا دے دو

آدمی: ٹماٹر کھاؤ

فقیر: روٹی ہی دے دو

آدمی: ٹماٹر کھاؤ

فقیر (تنگ آ کر): آخر ٹماٹر ہی کیوں کھاؤں؟

آدمی کی بیوی: ارے یہ تو تلا ہے، کہہ رہا ہے کما کر کھاؤ۔

فقیر: لکھ دی لعنت اوئے تیرے ٹماٹر تے!

استاد: واٹ از یور نیم؟؟

شاگرد: لانگ لائف

استاد: واٹ؟؟؟

شاگرد: عمر دراز

استاد: اوکے، واٹ از یور فادر نیم؟؟؟

شاگرد: گاڈ گیو

استاد: واٹ؟؟

شاگرد: اللہ دتا

استاد: اوہ گاڈ، اینی ویز، واٹ از یور مدر نیم؟؟؟

شاگرد: آنرو ومن

استاد: واٹ؟؟؟

شاگرد: عزت بی بی

استاد غصے سے: وئیر آر یو فرام؟؟؟

شاگرد: آئی ایم فرام گرین پورتھاؤزنڈ۔

استاد: واٹ؟؟؟؟؟

شاگرد: سر۔۔۔۔ہری پور ہزارہ!

شیخ صاحب دوستوں میں بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے کہ اچانک سامنے ٹیبل پر رکھا موبائل بجنے لگا۔ شیخ صاحب نے جلدی سے فون اٹھایا اور بولے ہیلو

خاتون بولی: سنیے! میں بول رہی ہوں۔

شیخ صاحب: ہاں بولو

خاتون: میں مارکیٹ میں ہوں اور شاپنگ کر رہی ہوں اگر آپ کہیں تو میں وہ سونے کا ہار خرید لوں جو آپ کو دکھایا تھا لیکن مہنگا ہونے کی وجہ سے آپ نے نہیں خریدا تھا۔

شیخ صاحب نے جواب دیا: ہاں خرید لو۔

خاطون بولی: آئی فون کا نیا موبائل آ گیا ہے وہ بھی لے لوں؟

شیخ صاحب بولے: وہ بھی لے لو۔

خاتون: ٹھیک ہے آپ کا کریڈٹ کارڈ میرے پاس ہے شیخ صاحب بولے: ٹھیک ہے۔

سب دوست حیرت سے: یار پاگل ہو گئے ہو تم یا ہمیں بتانا چاہتے ہو کہ تم اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتے ہو؟

شیخ صاحب بولے: یہ سب چھوڑو پہلے یہ بتاؤ یہ موبائل تم میں سے کس کا ہے؟

بیوی نے شوہر کو فون کیا کہ آ کر مجھے امی کے گھر سے لے جائے۔

شوہر: ابھی دو دن پہلے ہی میں تمہیں وہاں چھوڑ کر آیا ہوں تھوڑے دن اور رہ لو۔

بیوی: نہیں بس آپ مجھے لے جائیں۔

شوہر اکتائے ہوئے لہجے میں بولا: آخر وہاں مسئلہ کیا ہے تمہیں؟

بیوی: دیکھیں جی! میں نے امی ابو سے بھی لڑ کر دیکھ لیا، بھائی بھابھیوں سے بھی لڑ کر دیکھ لیا۔ حتیٰ کہ ہمسایوں سے بھی لڑ کر دیکھ لیا۔ پر جو مزہ آپ سے لڑ جھگڑ کر آتا ہے وہ مجھے یہاں نہیں آ رہا اس لیے مجھے لے جائیں۔

سردار نے میڈیکل سٹور والے سے دوائی لی اور ساتھ چینی بھی مانگی۔

میڈیکل سٹور والا: ہم چینی نہیں بیچتے۔

سردار: چینی تو تمہیں دینی پڑے گی کیونکہ دوائی پر لکھا ہوا ہے

پپو دھوبی سے: استری کے کتنے پیسے لو گے؟؟؟

دھوبی: 100 روپے

پپو نے 100 روپے اس کی میز پر رکھے اور استری لے کر بھاگ گیا۔

کڈز بکس لائبریری

کڈز بکس لائبریری ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو کہ اسپیشل ان کیلئے ہے جو کہ بچوں کی کہانیاں پڑھنا چاہتے ہیں۔

نمایاں خصوصیات

- اس گروپ میں آپ کو بچوں کی ہر وہ کہانی اور رسالہ ملے گا جو کسی دوسرے گروپ یا ویب سائٹ پر نہیں ہے۔
- بچوں کے تمام رسائل جیسا کہ تعلیم و تربیت، بچوں کا باغ، ہمدرد، نونہال، بچوں کا جہاں، آنکھ مچولی، پھول، بچوں کا اسلام وغیرہ
- بچوں کی نایاب کتب یا ایسی کتاب جو آپ کو کہیں سے نہیں مل رہی وہ آپ کو یہ گروپ مہیا کر کے دے گا
- ملک کے نامور مصنفین کے ساتھ براہ راست بات چیت اور سوالات آپ اس گروپ میں ان سے کر سکتے ہیں
- ہر ماہ نئی سے نئی کہانیاں صرف اس یہ گروپ آپ کو مہیا کرتا ہے بلکہ نئے لکھاری بھی اس پلیٹ فارم سے آپ کو نئی کہانیاں مہیا کرتے ہیں
- ہر ماہ گروپ میں انعامی مقابلہ ہوتا ہے جس میں جیتنے والے ممبران کو کتابیں بطور انعام دی جاتی ہیں

سمیع اللہ شامی

Calendar 2026

Month of the days-مہینوں کے دن						
						نومبر
						مارچ
فروری	اگست	مئی	جنوری	اپریل	ستمبر	جون
اتوار	ہفتہ	جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر
پیر	اتوار	ہفتہ	جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل
منگل	پیر	اتوار	ہفتہ	جمعہ	جمعرات	بدھ
بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ	جمعہ	جمعرات
جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ	جمعہ
جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
ہفتہ	جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار

DATE-تاریخ				
1	8	15	22	29
2	9	16	23	30
3	10	17	24	31
4	11	18	25	☆
5	12	19	26	☆
6	13	20	27	☆
7	14	21	28	☆

کسی بھی مہینے کے دن نکالنے ہوں۔ تو اس کے لئے مطوبہ مہینہ میں جانا ہو گا۔ مثال کے طور پر 8۔ جنوری کو کون سا دن ہو گا۔ سب سے پہلے تاریخ کے کالم میں جائیں۔ وہاں پر 8 تاریخ کو سلیکٹ کریں۔ پھر آپ مہینوں والے ٹیبل میں جائیں وہاں پر جنوری کو سلیکٹ کریں۔ اب 8 جنوری کے بالکل سیدھ میں جمعرات ہو گا

وقت، اعتبار اور عزت ایسے پرندے ہیں

جو ایک بار اڑ جاتے ہیں تو واپس نہیں آتے

کڈز بکس لائبریری

آپ اپنی رائے، قیمتی تجاویز، تبصرے، خط، وٹس ایپ میسج، ای میل، سوالات، کہانیاں، نظمیں، لطائف، معلومات عامہ، اسلامی معلومات، اقوال زریں اور جو کچھ آپ اس ڈیجیٹل میگزین میں دیکھنا چاہتے ہیں ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی رائے کو، آپ کی تجاویز کو اپنے آئندہ شمارے میں شامل کریں گے۔

منجانب

سرپرست اعلیٰ، مدیر اعلیٰ ومشاورتی کونسل

0321-6597907

0316-5374845

Follow us on WhatsApp

Kids Books Library (Group)

Kids Books Library (Channel)
Digital Magzine

kbldigitalmagzine@gmail.com